بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں قائداعظمؒ کا نذرانۂ عقیدت

مرتبہ: محمد حنیف شاہد

بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں
قائداعظمؒ کا نذرانۂ عقیدت

مرتبہ

محمد حنیف شاہد

نظریۂ پاکستان ٹرسٹ

کتاب : بارگاہِ رسالت مآبﷺ میں قائداعظمؒ کا نذرانۂ عقیدت

مرتب : محمد حنیف شاہد

زیرِ نگرانی : شاہد رشید

مہتمم اشاعت : رفاقت ریاض

ناشر : نظریۂ پاکستان ٹرسٹ

طابع : نظریۂ پاکستان پرنٹرز

ڈیزائننگ : محمد شہزاد یسین

کمپوزنگ : حافظ عامر نذیر

اشاعت اول : مارچ 2010ء

تعداد اشاعت : 1000

قیمت : 90 روپے

Published by

Nazaria-i-Pakistan Trust

Aiwan-i-Karkunan-i-Tehreek-i-Pakistan,
Madar-i-Millat Park, 100-Shahrah-i-Quaid-i-Azam, Lahore.
Ph. 99201213-99201214 Fax. 99202930 E-mail: trust@nazariapak.info
Web: www.nazariapak.info

Printed at: Nazaria-i-Pakistan Printers,
10-Multan Road, Lahore. Ph: 042-37466975

ابتدائی کلمات

نظریۂ پاکستان ٹرسٹ کی غرض و غایت یہ ہے کہ قیام پاکستان کے مقاصد اور اس کے لیے دی جانے والی قربانیوں کو اُجاگر کیا جائے' نظریۂ پاکستان کی ترویج و اشاعت کی جائے اور اہلِ وطن بالخصوص نئی نسل کو پاکستان کی نظریاتی اساس اور عظیم تاریخی و تہذیبی ورثے سے متعلق معلومات فراہم کی جائیں۔ان مقاصد کے حصول کے لیے نظریۂ پاکستان ٹرسٹ نے وطنِ عزیز کی نئی نسل کو اپنی سرگرمیوں کا محور و مرکز بنایا ہے کیونکہ ہماری نسلِ نو ہی ہمارے ملک و قوم کا مستقبل ہے اور ان کے فکر و عمل کو علامہ محمد اقبالؒ اور قائداعظمؒ کے افکار و کردار کے سانچے میں ڈھال کر ہی ہم اپنے مستقبل کو زیادہ روشن اور محفوظ بنا سکتے ہیں۔اس کے لیے نظریۂ پاکستان ٹرسٹ ایک ہمہ جہت پروگرام پر عمل پیرا ہے۔جس میں مطبوعات کی اشاعت کا سلسلہ اہم ترین حیثیت کا حامل ہے۔ان مطبوعات کے ذریعے ہم نئی نسل کو نظریۂ پاکستان، تحریکِ پاکستان اور مشاہیر تحریک پاکستان کے افکار و تصورات کے بارے میں نہایت سادہ زبان میں آگہی فراہم کر رہے ہیں اور ان میں اپنے ملک و قوم کے حوالے سے احساسِ تفاخر پیدا کر رہے ہیں تا کہ وہ مستقبل میں اپنی قومی ذمہ داریوں سے زیادہ احسن انداز میں عہدہ برآ ہو سکیں۔

قائداعظمؒ کی بے لوث اور عہد ساز قیادت میں برصغیر کے مسلمانوں نے جان و مال اور عزت و آبرو کی بیش بہا قربانیاں پیش کر کے اگرچہ پاکستان تو

حاصل کر لیا مگر ہم اسے قائداعظمؒ اور علامہ محمد اقبالؒ کے افکار کے مطابق اسلامی نظریۂ حیات کا قابلِ تقلید نمونہ نہیں بنا سکے۔ بانیٔ پاکستان کے انتقال کے بعد قوم کے نام نہاد قائدین نے ان کے نظریات سے انحراف کو اپنا وطیرہ بنا کر اس ملک کو فوجی و سول آمریتوں کی آماجگاہ بنا دیا ہے۔ علامہ محمد اقبالؒ کے تصورِ پاکستان اور قائداعظمؒ کی جدوجہد کے باعث اگرچہ ہمیں انگریزوں اور ہندوؤں کے تسلط اور غلبے سے نجات حاصل ہوگئی مگر آج ہم ایک دوسری طرح کی غلامی کے شکنجے میں جکڑے گئے ہیں جس سے نجات کے حصول کے لیے ہمیں از سرِ نو قائداعظمؒ اور علامہ محمد اقبالؒ کے افکار کی جانب رجوع کرنا ہوگا۔ صرف اسی طرح ہم وطنِ عزیز کو ایک جدید اسلامی، فلاحی اور جمہوری مملکت بنانے میں کامیاب ہو سکیں گے۔

قائداعظمؒ کی زیرِ قیادت تحریکِ پاکستان میں طلباء و طالبات نے ہر محاذ پر مسلم لیگ کے ہراول دستے کا کردار ادا کیا تھا اور ان کی شب و روز جدوجہد کے طفیل برصغیر کا ہر گوشہ ''پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ'' کے روح پرور نعروں سے منور ہو گیا تھا۔ بابائے قوم نے بارہا ان کی خدمات کو سراہا تھا اور ان پر اظہارِ فخر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ''یہی ہیں وہ مردانِ عمل جو آئندہ ہماری قوم کی تمناؤں کا بوجھ اٹھائیں گے۔'' مجھے قوی اُمید ہے کہ زیرِ نظر تصنیف کا مطالعہ ہماری نئی نسل میں اس عقابی روح کو بیدار کر دے گا جو تحریکِ پاکستان کا طرّۂ امتیاز تھی اور وہ نظریۂ پاکستان کی مبلّغ بن کر پاکستان کو علاقائی، لسانی اور فرقہ وارانہ تعصّبات سے رہائی دلا کر وطنِ عزیز کی کشتی ساحلِ مُراد تک پہنچائے گی۔

(مجید نظامی)

چیئرمین

ترتیب

تقدیم

در دلِ مسلم مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم است　　آبروئے ما زِ نامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم است

قائداعظم محمد علی جناحؒ کی ذات پر بعض حلقے تنقید و تنقیص کرتے رہتے ہیں اور قابلِ صد افسوس یہ بات ہے کہ وہ مسلمان اور پاکستانی ہیں۔ ہمارے خیال میں اس کی بنیادی وجہ ان لوگوں کی غلط فہمی، کم علمی اور کم فہمی ہے کہ انہوں نے قائداعظمؒ کی شخصیت اور سیرت و کردار کا دل جمعی اور صدقِ دل سے مطالعہ نہیں کیا۔ اگر وہ دلچسپی اور ایمانداری سے آپ کے ارشادات، افکار اور نظریات کا مطالعہ کرتے تو ان کی غلط فہمی ختم ہو جاتی۔

ہم قائداعظمؒ کی زندگی کے ابتدائی تیرہ سال کے دوران ان کی اسلام، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلامی اداروں سے محبت اور شیفتگی کے حوالے سے بنیادی معلومات کا ذکر کرتے ہیں جن سے بڑی آسانی سے نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ وہ سچے اور پکے مسلمان تھے۔ پہلے وہ مسلمان تھے باقی سب کچھ بعد میں۔

قائداعظمؒ ایک اسلامی گھرانے میں 25 دسمبر 1876ء کو پیدا ہوئے اور آپ کا نام محمد علی رکھا گیا۔

ہے عقیدت میں وہ کامل بانی صلی اللہ علیہ وسلم اسلام سے
ہے شرف اس کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور علیؓ کے نام سے

آپ نے قرآن کریم کی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ آپ 4 جولائی 1887ء کو سندھ مدرسۃ الاسلام میں داخل ہوئے پھر آپ بمبئی تشریف لے گئے اور آپ

کی خالہ مان بائی نے آپ کو انجمنِ اسلام سکول بمبئی میں داخل کروا دیا۔ اس کے بعد آپ 23 دسمبر 1887ء کو از سر نو سندھ مدرسۃ الاسلام میں داخل ہوئے۔

نومبر 1892ء کے پہلے ہفتے میں آپ کاروباری تعلیم کے لیے گراہمز شپنگ اور ٹریڈنگ کمپنی لندن کے لیے روانہ ہوئے۔ 5 جون 1893ء کو آپ نے لنکنز ان میں داخلہ لیا۔ یہ روایت قابل قدر اور محل نظر ہے کہ آپ نے لنکنز ان میں داخلہ صرف اور صرف اس وجہ سے لیا کہ اس کے صدر دروازے پر دنیا کے چوٹی کے قانون دانوں میں سر فہرست حضرت محمد ﷺ کا نام نامی مکتوب تھا۔ یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ لندن میں چار لاء سکولز تھے لیکن آپ نے ان میں سے لنکنز اِن کا انتخاب کیا۔ 14 اپریل 1896ء کو آپ نے اپنا نام محمد علی جناح بھائی تبدیل کر کے محمد علی جناحؒ رکھا۔ 29 اپریل 1896ء کو آپ نے بار ایٹ لاء کر لیا۔ اگست 1896ء کے پہلے ہفتے میں آپ واپس ہندوستان تشریف لے آئے اور 24 اگست 1896ء کو آپ نے بمبئی ہائی کورٹ میں اپنا نام رجسٹر کروا لیا تا کہ بطور ایڈووکیٹ وکالت کر سکیں۔

یہ بات توجہ طلب ہے کہ محمد علی جناحؒ نے سب سے پہلے جس اجلاس میں شرکت کی وہ ''انجمنِ اسلام'' کا اجلاس تھا جو جسٹس بدرالدین طیّب جی جج بمبئی ہائی کورٹ کی صدارت میں 8 جولائی 1897ء کو بمبئی کالج ہال میں منعقد ہوا۔[1]

محمد علی جناحؒ کی ابتدائی سیاسی زندگی کا قابلِ قدر واقعہ جسے ہم ''کارنامہ'' کہہ سکتے ہیں وہ انڈین نیشنل کانگریس کے پلیٹ فارم سے ''قانون محمدی ﷺ'' جو ''وقف علی الاولاد بل'' کے نام سے معروف ہے' ایک قرارداد کی صورت میں پیش کیا اور اسے منوایا۔

اس ضمن میں آپ کے سیکرٹری مطلوب الحسن کا بیان قابلِ توجہ ہے۔ ان کا کہنا ہے:

"In this memorable session of the Congress, held in Calcutta, was present Mohammad Ali Jinnah, known to be

acting as PRIVATE SECRETARY to Dadabhai Naoroji. He was already reckoned as a "rising lawyer" and a coming "politician". For, true to his early teaching, and fired no doubt by the virile patriotism of man like the lion - hearted Pherozsbah Mehta and the indomitable Gokhale, he had long already joined the ranks of the National Congress and regularly attended its annual gatherings. Incidentaly, it is interesting to note his 'Maiden speech' at this National Assembly was made in connection with "WAKF-ALAL-AULAD"--- a message that was later to bring his 'NAME' into such "Prominence."2

یہی وہ ''قانونِ محمدی ﷺ'' ہے جس کو آپ نے قانونی حیثیت دینے کے لیے 1911ء میں پریوی کونسل میں پیش کیا اور پھر 1913ء میں اپنی قانونی قابلیت اور زبردست قوت استدلال کی مدد سے یہ بل منظور کروالیا اور وائسرائے ہند نے بھی اس کی توثیق کردی۔ جب یہ بل منظور ہوگیا تو محمد علی جناحؒ کی بڑی واہ واہ ہوئی۔ مبارکباد دینے والوں میں سرفہرست مسز سروجنی نائیڈو تھیں۔ ان کے بقول ''اس کارنامے کے باعث پہلی مرتبہ محمد علی جناحؒ کو سارے ملک کے مسلمانوں کا اعتراف میسر آیا۔ اس کارنامے کے کچھ ہی عرصہ بعد ان کے اکثر ہم مذہب سیاسی مشورے اور راہنمائی کے لیے ان سے رجوع کرنے لگے۔[3]

اس بے مثال کامیابی پر مبارکباد دینے والوں میں سرفہرست مسز سروجنی نائیڈو تھیں۔ قانون سازی میں قائداعظم محمد علی جناحؒ کی یہ پہلی ذاتی کامیابی تھی۔ مسز سروجنی نائیڈو نے آپ کو مبارکباد دیتے ہوئے تحریر کیا:

''یہ پہلا بل تھا جو کسی غیر سرکاری ممبر نے اپنی ذاتی حیثیت سے پیش کیا اور وہ منظور ہوکر ''قانون'' بن گیا۔[4]

محمد علی جناحؒ نے جس ہوشیاری اور موقع شناسی سے اس پیچیدہ اور متنازعہ فیہ بل

کی پیروی کی اس پر پریوی کونسل کے دوسرے ممبران نے ان کی بہت تعریف کی۔ علاوہ ازیں اس ''کارنامے'' کے باعث پہلی مرتبہ محمد علی جناحؒ کو سارے ہندوستانی مسلمانوں کا اعتراف میسر آیا۔ ان کے اکثر ہم مذہب ان کو راسخ العقیدہ مسلمان نہیں سمجھتے تھے لیکن اس کارنامے کے کچھ ہی عرصہ بعد وہ سیاسی مشورے اور راہنمائی کے لیے ان سے رجوع کرنے لگے''۔

آپ کے دل میں مسلمانانِ ہند کے لیے ایک ''نرم گوشہ'' (SOFT CORNER) تھا جس کا خصوصی طور پر وہ 26 تا 29 دسمبر 1906ء کو منعقد ہونے والے انڈین نیشنل کانگرس کے اجلاس میں کر چکے تھے جس میں آپ دادا بھائی نوروجی کے پرائیویٹ سیکرٹری کی حیثیت سے شریک ہوئے لیکن 8 جنوری 1907ء کو آپ جب انڈین مسلمز ایسوسی ایشن (Indian Muslims Association) کے وائس پریذیڈنٹ (نائب صدر) منتخب ہوئے تو آپ نے کلکتہ میں ایک میٹنگ کا اہتمام کیا تا کہ دوسرے مذاہب کے لوگوں کے ساتھ دست تعاون بڑھا کر مسلمانوں کی سیاسی اور معاشی ترقی کے لیے راہیں نکالی جائیں نیز مسلم فرقے کی خصوصی تکالیف اور ان کے مفادات اور مطالبات کا حل تلاش کیا جائے۔[5]

فروری 1907ء کے آغاز میں آپ انجمن ضیاء الاسلام بمبئی کی ایگزیکٹو کمیٹی کے رکن منتخب ہوئے جس کے نتیجے میں آپ نے مولانا محمد علی جوہر کی معیت میں انجمن ضیاء الاسلام کی وساطت سے متعدد دوسری انجمنوں سے روابط استوار کیے۔

8 اکتوبر 1907ء کو محمد علی جناحؒ نے انجمن ضیاء الاسلام بمبئی کے اجلاس میں شرکت کی اور جو مختلف امور زیر بحث آئے ان پر رائے زنی کی۔ اسی طرح جولائی 1908ء کے پہلے ہفتے میں انجمن اسلام ہال بمبئی میں ''ٹرانسوال میں ہندوستانی'' (The Indians

(in Transwaal) کے موضوع پر لیکچر دیا جس میں ان کی مشکلات اور مسائل پر روشنی ڈالی۔ یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ اجلاس میں کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔[6]

جنوری 1911ء میں اہالیانِ بمبئی نے سر کریم بھائی ابراہیم کے بیرن (Baron) بننے کے اعزاز میں جو تقریب منعقد کی اس میں محمد علی جناحؒ نے ''خطبہ استقبالیہ'' پیش کیا۔ 30 اکتوبر 1912ء کو محمد علی جناحؒ نے سید علی امام اور فضل بھائی کریم بھائی کے اعزاز میں عشائیہ دیا جبکہ 10 نومبر 1912ء کو جنگ بلقان کے حوالے سے بمبئی ٹاؤن ہال میں جو جلسۂ عام منعقد ہوا اس میں آپ نے اپنے خطاب میں ترکی کے ساتھ گہرے خیالات و جذبات کا اظہار کیا۔[7]

20 دسمبر 1913ء کو محمد علی جناحؒ نے انجمنِ ضیاء الاسلام بمبئی کے زیرِ اہتمام منعقد ہونے والے اجلاس کی صدارت فرمائی جو مولانا محمد علی جوہر اور سید وزیر حسن کی انگلستان سے واپسی پر انعقاد پذیر ہوا تھا۔ یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ یہ دونوں بزرگ شخصیات مسئلہ کان پور مسجد کے سلسلے میں انگلستان تشریف لے گئے تھے۔ 11 نومبر 1915ء کو آپ نے مسلمان لیڈروں اور عوام سے اپیل کی کہ وہ آل انڈیا مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں تا کہ ایک علیحدہ محاذ قائم کریں اور ہندوؤں کے مقابلے میں اپنے حقوق کے حصول اور تحفظ کے لیے جدوجہد کریں۔ آپ نے شدومد کے ساتھ آل انڈیا مسلم لیگ اور انڈین نیشنل کانگریس کے ادغام کی مخالفت کی۔ محمد علی جناح نے 30 تا 31 دسمبر 1916ء کو انعقاد پذیر ہونے والے آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس کی صدارت فرمائی۔ یاد رہے اس اجلاس میں میثاق لکھنؤ (لکھنؤ پیکٹ) منظور کیا گیا تھا۔ آپ نے اس اجلاس میں مسئلہ خلافت پر کھل کر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ آپ آل انڈیا مسلم لیگ کے پہلے صدر تھے جنہوں نے ''مسئلہ خلافت'' کو اٹھایا۔ یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ اس اجلاس میں

مولانا سید سلیمان ندوی نے بھی شرکت کی اور محمد علی جناحؒ کے بارے میں ایک نظم پڑھ کر سنائی جس کا نام ''محمد علی جینا'' تھا۔ اس نظم کا آخری شعر ملاحظہ فرمائیے:

ہر مریض قوم کے جینے کی ہے کچھ کچھ امید ڈاکٹر اس کا اگر مسٹر علی جینا رہا[8]

1916ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس قائداعظم محمد علی جناحؒ جو اس وقت محمد علی جینا تھے کی صدارت میں لکھنؤ میں منعقد ہوا تھا' علامہ سید سلیمان ندوی نے بھی اس اجلاس میں شرکت فرمائی اور 16 اشعار اور 2 مصرعوں پر مشتمل ''مسٹر محمد علی جینا'' کے نام سے نظم پیش کی جو انہوں نے اسی وقت تحریر کی تھی۔[9]

19 اپریل 1918ء کو آپ نے سر ڈنشا پٹیٹ کی صاحبزادی رتن بائی سے بمبئی میں اسلامی روایات کے مطابق شادی کی۔ جو 18 اپریل 1918ء کو شہر کی جامع مسجد میں حلقہ بگوش اسلام ہوئیں۔ مولانا ناظم احمد نجندی کے ہاتھ پر انہوں نے اسلام قبول کیا۔ محمد علی جناحؒ کی زندگی کا یہ سب سے قابل قدر اور قابل ذکر واقعہ ہے اور ان لوگوں کا منہ بند کرنے کے لیے کافی ہے جو آپ پر رکیک اور ناروا حملے کرنے سے باز نہیں آتے۔

27 اگست 1919ء کو سید حسن امام' غلام محمد بھرگری اور سید یعقوب حسن کے تعاون سے آپ نے وزیراعظم برطانیہ لائیڈ جارج (Lloyd George) کو ''مسئلہ خلافت'' کے بارے میں آل انڈیا مسلم لیگ کی ایک یادداشت پیش کی جس میں واضح کیا گیا کہ ''اگر برطانیہ ہز امپیریل میجسٹی سلطان ترکی جو مسلم امت کے خلیفہ ہیں اور خودمختار اور آزاد حکمران ہیں ان کے خلاف کسی قسم کی کارروائی کرتے ہیں تو مسلم ہند خلافت عثمانیہ کا بھرپور ساتھ دے گا اور یہ اقدام ''جہاد'' کے زمرے میں تصور کیا جائے گا اور اس کا مقصد وحید حسب ذیل ہوگا:

"Making it a sign of "TRIUMPH" of one "RELIGION" over the other and inflicting humiliation and dishonour on "ISLAM".[10]

25 اگست 1926ء کو مرکزی اسمبلی میں بحث کے دوران جو مسئلہ سر الیگزینڈر مڈی مین (Alexander Muddimen) نے (Indian Succession Amendment Bill) کے حوالے سے پیش کیا تھا' دیوان بیار رنگا اچاریہ نے یہ اعتراض کیا کہ مسلمانوں میں یہ روایت نہیں ہے کہ وہ **''وراثت''** کے سلسلے میں **''وصیت نامہ''** تیار کریں۔ محمد علی جناحؒ نے اس بات کا بڑی سختی کے ساتھ نوٹس لیتے ہوئے فرمایا کہ ''مسٹر رنگا چاریہ نے جو کچھ کہا ہے وہ اس کی حقیقت سے مکمل ناواقفیت اور عدم معلومات کا مظاہرہ کرتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ مسلم لاء (قانون یعنی قرآن کریم) میں اس مسئلے کو نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور جہاں تک ہندو لاء کا تعلق ہے اس میں سرے سے اس کا نہ کوئی ذکر ہے نہ وجود ہے''۔ آپ نے فرمایا: ''میرا نقطہ نظر یہ ہے کہ کوئی قانون کسی فرقے کی خواہش اور صوابدید کے خلاف نہ بنایا جائے''۔[11]

1935ء کے آغاز میں **''ختم نبوت''** کا مسئلہ شدت اختیار کر گیا۔ اسی زمانے میں علامہ سر محمد اقبالؒ نے **''اسلام اور قادیانیت''** کے حوالے سے اخبار **''لائٹ''** اور **''سٹیٹس مین''** (10 جون 1935ء) کے نام مکاتیب کے علاوہ پنڈت جواہر لعل نہرو کے نام مکتوب (محررہ 21 جون 1936ء) اور ''اسلام اور احمدیت'' (مطبوعہ جنوری 1936ء) اور "Jewish Integrity Under Forman Rule" (محررہ 22 جون 1935ء) تحریر فرمائے۔ پنڈت نہرو کے نام مکتوب میں آپ نے دوٹوک الفاظ میں لکھا:

"I have no doubt in my mind that the **'Ahmadis'** are **'Traitors'** both to **'Islam'** and to India."[12]

علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ ان دنوں انجمن حمایت اسلام لاہور کے صدر تھے۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ جو انجمن کی جنرل کونسل کے رکن تھے اور قادیانی تھے' انجمن کے اجلاس کے دوران حرکت قلب بند ہونے سے انتقال کر گئے۔ جب انجمن کی جنرل کونسل کے اجلاس میں

مسئلہ ختم نبوت اٹھا تو علامہ اقبالؒ نے یہ تحریک پیش کی کہ ''انجمن حمایت اسلام واضح اور غیر مبہم طور پر اعلان کرے کہ آئندہ انجمن کا کوئی رکن قادیانی نہیں ہوگا۔ نیز یہ کہ انجمن ''ختم نبوت'' کے حوالے سے اپنی پالیسی کا اعلان خصوصی طور پر اخبارات میں کرے۔''

چنانچہ جنرل کونسل نے 2 فروری 1936ء کو اخبارات کے لیے جو اعلان ارسال کیا اس میں لکھا:

''دین حقہ اسلام کے قبول کرنے والوں کا نام حضرت ابراہیم نے ''مسلم'' رکھا۔ یہی اسلام خاتم النبین، افضل المرسلین حضرت محمد ﷺ کی بعثت کے ساتھ مکمل اور کامل ہو گیا اور ہدایت کی نعمت خدائے پاک کی طرف سے اس پیغام کے ساتھ مکمل ہوگئی جو رسول مقبول ﷺ کے ذریعہ بنی نوع انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچایا گیا اور جس کا نام ''قرآن مجید'' رکھا گیا۔

قرآن اور مسلمانوں کی دینی تاریخ ____ اس امر کی شاہد ہیں کہ مسئلہ ''ختم نبوت'' دین اسلام کا ایک اساسی اصول ہے اور تمام اسلامی فرقے اس امر پر متفق ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی بعثت کے ساتھ دین مکمل ہو گیا اور اصول خاتمیت کی کوئی تاویل گوارا نہیں کی جاسکتی۔ سب فرقے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ کوئی ہستی پیغمبر عربی ﷺ کے بعد دنیا میں بحیثیت نبی ظاہر نہیں ہوسکتی اور خواہ ان کے مابین کتنے ہی ضمنی یا فروعی اختلافات کیوں نہ ہوں وہ محمد ﷺ کی خاتمیت کے قائل ہونے کی حیثیت سے قرآن پاک کو آخری وحی ماننے کی حیثیت سے اسلام کا جزو ہیں۔ انجمن حمایت اسلام اپنے دائرے میں ہر ایسے مسلمان کو لیتی رہے گی۔''

اسی زمانے میں سید سرور شاہ گیلانی ناظم تحریک تنظیم مساجد لاہور نے ''ختم نبوت'' کے حوالے سے برصغیر کی نامور اور مقتدر شخصیات کی طرف سے نہ صرف بیانات جاری

کروائے بلکہ ان کے لیکچروں کا اہتمام بھی کیا اور بعد ازاں اُن لیکچروں کو کتابچوں کی صورت میں تحریک کی جانب سے شائع کیا۔ ان میں سرفہرست نام محمد علی جناح کا تھا۔ ترتیب حسب ذیل ہے:-

☆ رحمت للعالمینؐ از محمد علی جناح

☆ میرِ حجاز از مولانا ظفر علی خاں

☆ ختم نبوت از علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ / علامہ عبداللہ یوسف علی اور مرزا سر ظفر علی جج پنجاب ہائی کورٹ لاہور

☆ سرورِ دو عالمؐ از ڈاکٹر محمد عالم بار ایٹ لاء

☆ نورِ کامل از علامہ عبداللہ یوسف علی

☆ ظہور قدسی از چودھری افضل حق

☆ پیغمبرِ اسلام از چودھری چھوٹو رام

"رحمت للعالمین" جیسا کہ فہرست سے مترشح ہے اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ یہ وہ تقریر سیرت ہے جو محمد علی جناح (اس وقت قائداعظم کا خطاب آپ کے نام کے ساتھ نہیں لگا تھا) نے انگریزی میں پیش کی لیکن بعد ازاں سید سرور شاہ گیلانی، ناظم تحریک تنظیم مساجد لاہور نے اس کا اردو ترجمہ کتابچے کی صورت (مشتمل بر سولہ صفحات) میں شائع کیا۔ انگریزی ٹیکسٹ تو بسیار کوشش کے باوجود ہمیں دستیاب نہیں ہو سکی البتہ اردو ترجمہ ہم نہایت فخر و انبساط کے ساتھ شمع رسالت ﷺ کے پروانوں کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں (واضح رہے کہ اس تقریر کی دوسری کاپی مطبوعہ شکل میں بہاولپور یونیورسٹی کی لائبریری میں موجود ہے، اس امر کا اظہار مرحوم و مغفور مولانا صلاح الدین مدیر اعلیٰ تکبیر نے کیا تھا، انہیں یہ کتابچہ دیکھنے کی سعادت حاصل ہوئی تھی)

ہم نے قبل ازیں عرض کیا ہے کہ سید سرور شاہ گیلانی (علیگ) نے یہ سلسلۂ تقاریر اس وقت شروع کیا جب تحریک ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم زوروں پر تھی نیز فتنۂ مسئلہ قادیانیت بھی ملت اسلامیہ کے لیے دردسر بنا ہوا تھا اور سادہ لوح مسلمان اس کا شکار ہو رہے تھے۔ بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ نے اپنی زیرِ نظر تقریر سیرت صلی اللہ علیہ وسلم ''رحمت للعالمین'' کے آخری پیرا میں آقائے نامدار سرور دو جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ''پیغمبر آخرالزماں'' اور ''**رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم**'' کے معزز القابات سے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل دنیا کے مختلف حصوں اور وقتوں کے لیے انبیائے کرام تشریف لاتے رہے۔ ان کی تعلیم عالمگیر نہ تھی اور عالمگیر ہو بھی کیسے سکتی تھی جبکہ انسانیت کو ارتقائی منازل طے کرنے میں ابھی بہت وقت درکار تھا۔ بالآخر ہمارے ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ورودِ مقدس اس وقت ہوا جب دنیا ایک ایسی منزل پر پہنچ چکی تھی جہاں سے وہ حقائق و معارف کے تمام امور سمجھنے کی صلاحیت رکھتی تھی۔ اس لیے ہمارے ''پیغمبر آخر الزمان'' کو ''رحمت للعالمین'' کے معزز لقب سے خالق اکبر نے سرفراز فرمایا''۔

یہ عجیب اتفاق یا حسن اتفاق ہے کہ فروری 1936ء میں بحیثیت صدر انجمن حمایت اسلام لاہور علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ نے یہ تحریک پیش کی کہ ''انجمن واضح اور غیر مبہم الفاظ میں اعلان کرے کہ آئندہ انجمن کا کوئی رکن قادیانی نہیں ہوگا۔''[13]

مئی 1944ء میں قائداعظم محمد علی جناحؒ نے اس ضمن میں اپنے موقف کی وضاحت بذریعہ مکتوب مرقومہ 5 مئی 1944ء کے ذریعے کر دی تھی لیکن 10 جون 1944ء کو سری نگر سے مسلم لیگ اور قادیانیوں کے بارے (رکنیت مسلم لیگ) میں حسب ذیل بیان اخبارات کو جاری کرنا پڑا: مقصد یہ تھا کہ کوئی قادیانی مسلم لیگ کا رکن نہیں بن سکتا۔ آپ نے اپنے مکتوب میں تحریر فرمایا:

''میں نے دیکھا ہے کہ اخبارات کے بعض حلقوں میں پھر اکبر علی ایم ایل اے کے ساتھ میری ملاقات کے ضمن میں بہت سے الجھاؤ پیدا کیے جارہے ہیں اور غلط ترجمانی ہو رہی ہے۔ میں اس امر کو واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میں نے اپنی ملاقات کے دوران ان پر پھر یہ واضح کر دیا تھا کہ جہاں تک آل انڈیا مسلم لیگ کا تعلق ہے ہم اپنی تنظیم کے دستور کی (متعلقہ) شق کے تابع ہیں اور میں اس کے سوا کچھ نہیں کر سکتا کہ اس بات کی نشاندہی کروں کہ اپنے دستور کے مطابق آل انڈیا مسلم لیگ کی ابتدائی شاخ کی رکنیت کے امیدوار کو مسلمان ہونا چاہیے' وہ برطانوی ہند کا باشندہ ہو اور اس کی عمر 18 برس سے کم نہیں ہونی چاہیے۔[14]

یہ ممکن ہے کہ میں نے ناظر امور عامہ خارجہ' قادیان کا مکتوب موصول ہونے پر کسی ایسی بات سے اتفاق کیا ہو کہ دستور سے انحراف کرنا میرے اختیار میں ہے۔ میں نے اپنے مکتوب مرقومی 5 مئی 1944ء میں اپنے موقف کی وضاحت کر دی تھی۔''

علامہ اقبالؒ اور قائداعظمؒ کے بیانات سے واضح ہو جاتا ہے کہ دونوں زعما قادیانیوں کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے تھے۔

یہ ایک تاریخی اور ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ گورنمنٹ آف انڈیا 1935ء کی رو سے 1936ء/1937ء میں ہندوستان میں جو انتخابات ہوئے اور ان کے نتیجے کے طور پر کانگرس نے سات صوبوں میں حکومت بنائی وہ درحقیقت ایک ہندو حکومت تھی' ہندوؤں نے یہ باور کر لیا تھا کہ ہندوستان میں ''ہندو راج'' قائم ہو گیا ہے' چنانچہ ہندو راج کی آڑ میں انہوں نے مسلمانوں پر جو وحشتناک' ہولناک' المناک اور انسانیت سوز مظالم ڈھائے تاریخِ عالم ان کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اسی زمانے میں مسجد شہید گنج کا سانحہ پیش آیا۔ اسی دور میں قائداعظم محمد علی جناحؒ یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ ہم ''ہندو راج'' کے

حاشہ بردار غلام بن کر نہیں رہ سکتے۔ ہم آزاد ہند میں آزاد اسلام چاہتے ہیں۔ یہی وہ زمانہ تھا جب آپ نے پنڈت نہرو کو للکار کر کہا تھا کہ ایک تیسری قوت' (طاقت) بھی موجود ہے (اور وہ ہے مسلم لیگ / مسلم قوم)۔ یہی وہ حالات تھے جب آپ نے بار بار مسلم لیگ کے پرچم کو اسلام کا پرچم قرار دیا اور اسے اسلامی خودداری اور اتحاد کا نشان کے مترادف کہا اور بانگِ دُہل یہ اعلان فرمایا کہ ''مسلمان خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اور کسی کے آگے نہیں جھکتے''۔ یہی وہ زمانہ تھا جب آپ نے متعدد بار مختلف شہروں میں جمعۃ المبارک کی نماز کی ادائیگی کے بعد مسلمانانِ ہند سے خطاب فرمایا جن میں جامع مسجد گیا' جامع مسجد دہلی' جامع مسجد ناخدا' جامع مسجد مہابت خاں اور بادشاہی مسجد بالخصوص قابل ذکر ہیں۔ ہندو راج میں مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا گیا' ان کا جینا دوبھر نہیں حرام کر دیا گیا۔ ان کی دینی' مذہبی' تعلیمی' سیاسی' سماجی' معاشرتی اور معاشی زندگی ناممکن بنا دی گئی۔ اسی زمانے میں اردو ہندی تنازعہ اپنے عروج پر پہنچا' شدھی اور سنگھٹن تحریکیں سرگرمِ عمل ہوئیں۔ ترنگا' بندے ماترم' گائے کا ذبیحہ' مساجد کے سامنے میوزک اور نمازِ عیدین کی ادائیگی کے دوران رکاوٹیں کھڑی کر دی گئیں۔ یہی وہ حالات تھے جب شر پسندوں اور فسادی لوگوں نے قائداعظم محمد علی جناحؒ کی ذات پر رکیک حملے کیے اور آپ کو ان کا منہ بند کرنے کے لیے 5 اگست 1939ء کو بمبئی سے یہ اعلان کرنا پڑا۔

''میں مسلمان پیدا ہوا تھا' میں مسلمان ہوں اور میں مسلمان ہی مروں گا'' انشاء اللہ![15]

اسی طرح آپ نے 12 اگست 1939ء کو اسمٰعیل کالج سٹوڈنٹس یونین بمبئی سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''میں مسلمان پیدا ہوا تھا' میں مسلمان ہوں اور مسلمان ہی مروں گا''[15] اور جب یومِ عید الفطر کا مبارک موقع آیا تو آپ نے وائسرائے ہند لارڈ لن لتھگو سے خصوصی اجازت لے کر 13 نومبر 1939ء کو آل انڈیا ریڈیو بمبئی سے پہلی بار

نشری تقریر کی جس میں رمضان المبارک کے فضائل، قرآن مجید کی لازوال اور سنہری تعلیمات اور اسوۂ حسنہ ﷺ کی ایمان افروز اور روح پرور جھلکیاں پیش کر کے مسلمانانِ ہند میں ایک ولولۂ تازہ پیدا کر دیا:[16]

اک ولولۂ تازہ دیا میں نے دلوں کو

لاہور سے تا خاکِ بخارا و سمرقند

(علامہ اقبالؒ: ضربِ کلیم: شکر و شکایت، صفحہ 35)[17]

آپ نے اپنے نشری خطاب میں فرمایا:

''آج رمضان المبارک کے روزے اور عبادت کا نظم و ضبط اللہ جل شانہ کے حضور دل کے ایک لا فانی عجز کے ساتھ پایۂ تکمیل تک پہنچ جائے گا لیکن یہ عجز کمزور دل کا عجز نہیں ہے اور جو لوگ ایسا سمجھتے ہیں وہ اللہ تبارک و تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ دونوں کے ساتھ ناانصافی کا ارتکاب کرتے ہیں۔

ہمارے رسول اکرم ﷺ نے رمضان المبارک کا نظم و ضبط ہمیں عمل کے لیے خصوصی قوت مہیا کرنے کی خاطر وضع فرمایا تھا اور عمل میں انسانی معاشرہ ملحوظِ خاطر ہے۔ جب رسول اکرم ﷺ نے عمل کی تلقین فرمائی تو ان کے ذہن مبارک میں ایک فرد واحد کی تنہا زندگی نہیں تھی''۔ قرآن مجید کے مطابق عبادت اور زندگی میں ایک بہت ہی حقیقی ربط موجود ہے۔ اگر ہم اللہ کی مخلوق کے ساتھ خواہ ان کا کسی بھی فرقے سے تعلق کیوں نہ ہو انسیت اور رواداری کے قائل ہیں تو ہمیں اس عقیدہ پر اپنے روزمرہ کے وظائف اور نیکی کے کاموں میں اس پر عمل پیرا ہونا چاہیے''۔[18]

مسلمانوں کا مقصد وحید چونکہ پاکستان کا حصول تھا اور مسلم لیگ اس کے لیے نمائندہ جماعت تھی یہی وجہ تھی کہ قائداعظمؒ نے مسلم لیگ اور پاکستان کو مشروط کرتے ہوئے فرمایا:

''مسلم لیگ کا نصب العین: پاکستان' مسلم لیگ کا منشور: پاکستان' مسلم ہند کا نصب العین: پاکستان' پاکستان: زندگی اور موت کا مسئلہ: پاکستان' جزوعقیدہ: پاکستان' اسلام پاکستان سکیم: عقیدے کا جزو یا زندگی اور موت کا مسئلہ' پاکستان کا مطلب: اسلام کی عظمت' مسلم لیگ کا نصب العین: پاکستان: اسلام' پاکستان مسلمانوں کے لیے تعویز وسحر' پاکستان کا مطلب کیا؟ اس کے بغیر مسلمان اور اسلام فنا! پاکستان کا مطلب: مسلمانوں اور اسلام کی بقا''۔

اگر ہم ایمانداری کے ساتھ حالات اور واقعات اور پھر ان پر قائداعظم محمد علی جناحؒ کے ردِعمل پر ٹھنڈے دل سے غور کریں تو جس نتیجے پر قائداعظمؒ پہنچے تھے ہم بھی ان کے ہم خیال ہو جائیں گے اور اللہ جل شانہ اور اس کے محبوب حضور سرورِ کائنات' رحمت للعالمین اور خاتم النّبیّین ﷺ کے بالخصوص شکر گزار اور قائداعظمؒ کے بالعموم سپاس گزار ہو جائیں گے جن کے وسیلۂ رحمت اور عاطفت کے صدقے ہمیں ایک ''مسیحا'' اور ''مجدد'' دستیاب ہوئے جن کی ''مسیحائی'' اور مجدّدیت'' کے واسطے اور وسیلے سے ہم پاکستان جیسی نعمتِ غیر مترقبہ اور عطیۂ خداوندی سے بہرہ ور ہوئے۔ بلاشبہ یہ مسلمانانِ ہند پر ربّ ذوالجلال اور اس کے پیارے محبوب حضرت محمد ﷺ کا احسانِ عظیم ہے جس کا شکر ہم تا قیامت ادا نہیں کر سکتے! ہم نے جو چند الفاظ بطور سپاس گزاری بابائے قوم کے لیے کہے ہیں ان سے ہمارا مقصد انہیں ولی اللہ ''مجدّد'' اور ''مسیحا'' ثابت کرنا نہیں وہ یقیناً اللہ ربّ العزت کے ایک مقبول بندے تھے اور انہوں نے ایسا معجزہ نما کارنامہ انجام دیا جس کی مثال تاریخِ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے۔

زیرِ نظر کتابچہ جو ''تقاریر سیرتؐ: قائداعظم محمد علی جناحؒ'' کے نام سے قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے وہ بابائے قوم' بانی پاکستان حضرت قائداعظم محمد علی جناحؒ کی طرف سے سرورِ کونین محبوبِ خدا' رحمت للعالمین' خاتم النّبیّین محمد رسول ﷺ کی بارگاہ

میں ایک نظرانۂ عقیدت ہے اور جو سید الانبیاء (مکتوب) رحمت للعالمین ﷺ (تقریر سیرت)، ہمارے پیغمبر ﷺ ایک اقلیت تھے، اسوۂ حسنہ ﷺ کی پیروی کی تلقین (تقریر سیرت ﷺ)، رواداری اور حسنِ سلوک: حضور اکرم ﷺ کی روشن مثال (تقریر سیرت)، ایمان کا رشتہ: تعلیمات رسول ﷺ کی پیروی کی تلقین ((تقریر سیرت)، عید میلاد النبی ﷺ کی تقریب سے خطاب (تقریر سیرت ﷺ) پر مشتمل ہے۔ یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ قائداعظم محمد علی جناحؒ کی مذکورہ بالا تمام تقاریر مجموعے کی شکل میں پہلی بار زیور طبع سے آراستہ پیراستہ ہوکر ہدیۂ قارئین کی جا رہی ہیں۔ یہ درحقیقت خالقِ کائنات اور رب ذوالجلال کے پیارے محبوب سرورِ کائنات فخر موجودات، سید الانبیاء حضور اکرم محمد ﷺ کے امتی کی طرف سے ایک نذرانہ، ایک تحفہ ہے۔

گر قبول افتدز ہے عز و شرف

آخر میں ہم قافلۂ صحافت کے سالار، مجاہد پاکستان، قائداعظمؒ کے سپاہی جناب مکرم ومحترم مجید نظامی ایڈیٹر انچیف نوائے وقت گروپ، چیئرمین نظریۂ پاکستان ٹرسٹ اور پروفیسر ڈاکٹر رفیق احمد ماہر اقتصادیات، ماہر تعلیم، مجاہد پاکستان اور مجاہدِ اقبالؒ اور قائداعظمؒ کے ممنون واحسان ہیں جن کی سرپرستی اور راہنمائی میں یہ بے مثل اور بے مثال تحفہ ہم قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

اس موقع پر ہم اپنے دو رفقائے کار جناب سید شاہد رشید، سیکرٹری نظریۂ پاکستان ٹرسٹ اور جناب رفاقت ریاض سیکرٹری تحریکِ پاکستان ورکرز ٹرسٹ کے بھی شکرگزار ہیں کہ ان کی دلی اور مخلصانہ دعائیں اور بے لوث تعاون ہمارے شامل حال رہا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ کتاب / کتابچہ آپ کے ہاتھوں میں پہنچ رہا ہے۔ آپ دونوں کا مختصر تعارف یہ ہے کہ آپ علم وادب کی اونچ نیچ سے بخوبی شناسا ہیں اور جو کتاب ان کی نظروں سے گزر کر

نکلتی ہے وہ کندن بن جاتی ہے۔

اس کے علاوہ ہم ان تمام احباب اور کرم فرماؤں کا صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے ہمیں گرانقدر اور مفید مشورے دیے اور کسی نہ کسی طرح معاونت فرمائی۔ اللہ رب العزت سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

ہم قارئین کرام کی آراء اور ان کے مفید مشوروں کا صدق دل سے خیر مقدم کرتے ہوئے یہی عرض کریں گے:

سپُردم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حسابِ کم و بیش را

طالب دعا

20 جنوری 2010ء

محمد حنیف شاہد

سیّدالانبیاء ﷺ

بانی پاکستان حضرت قائداعظم محمد علی جناحؒ اپنی تعلیمی زندگی کے حوالے سے جب لندن میں زیرِ تعلیم تھے تو آپ کی عمر صرف سترہ اٹھارہ سال تھی۔ عشقِ رسالت مآب ﷺ کے ضمن میں آپ نے ''سیدالانبیاء ﷺ'' کے عنوان سے ممتاز مغربی سکالر تھامس کارلائل (Thomas Carlyle) کے لیکچر کے بارے میں جو ایمان افروز اور روح پرور تاثرات بیان کیے ان کے بارے میں کسی قائداعظم سکالر اور محقق نے ذکر نہیں کیا حالانکہ یہ لیکچر ایک مستشرق کے دل کی آواز اور اس کے دلی جذبات کا آئینہ دار ہے جو انہوں نے جمعۃ المبارک کے روز 8 مئی 1840ء کو (The Hero as Prophet: Mahomet) کے نام سے دیا اور ان کی تصنیف (On Heroes: Hero Workship and Islam: The Heroic in History) میں شائع ہوا۔ اس خصوصی لیکچر کا حیدرآباد دکن یونیورسٹی کے پروفیسر محمد اعظم خان نے اردو میں ترجمہ کیا۔ جس کا پہلا ایڈیشن جب 1944ء میں شائع ہوا تو خاں صاحب موصوف نے قائداعظم محمد علی جناحؒ کی خدمت میں اس کا ایک نسخہ ارسال کیا اور درخواست کی کہ آپ طبع ثانی کے لیے ''پیش لفظ'' تحریر فرمائیں چنانچہ قائداعظمؒ نے بمبئی سے محمد اعظم خاں کے نام انگریزی میں ایک مکتوب ارسال فرمایا جس کا اردو ترجمہ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ بات قابل توجہ ہے کہ جناب محمد اعظم نے انگریزی خط کے ساتھ اس کا اردو ترجمہ بھی اپنی کتاب کی زینت بنایا۔ یہ خط قائداعظمؒ کے دلی تاثرات کی عکاسی کرتا ہے اور ان کے عشقِ رسول ﷺ کا آئینہ دار ہے۔

موونٹ پلیزنٹ روڈ

مالا بار ہل بمبئی

26 اگست 1944ء

جناب من

آپ کا مکتوب مورخہ 17 اگست 1944ء وصول ہوا' آپ کے حسب خواہش مندرجہ ذیل چند الفاظ اپنی جانب سے بطور ''پیش لفظ'' ارسال کرتے ہوئے میں مسرت محسوس کر رہا ہوں۔

میں حقیقت میں نہایت مسرور ہوں کہ آپ کارلائل کی کتاب ''مشاہیر اور مشاہیر پرستی'' کے اردو ترجمہ کا دوسرا ایڈیشن شائع کر رہے ہیں۔ میں جب انگلستان میں طالب علم تھا' اس وقت کارلائل کی اور کتابوں کے ساتھ اس کتاب کا مطالعہ بھی کیا تھا اور اُس وقت سے چیلسیا کے اس مرد عاقل کی عظمت میرے دل میں جاگزیں ہے۔ اُس نے ہمارے پیغمبر آنحضرت ﷺ کی زندگی کے حالات اور آپ کے کارناموں کی سچی تصویر کھینچ کر نہ صرف مسلمانوں بلکہ ساری دنیا کی بڑی خدمت انجام دی ہے۔ اس کتاب کے اردو ترجمہ کے دوسرے ایڈیشن کے متعلق میں آپ کے ارادے کا خیر مقدم کرتا ہوں اور آپ کی کامیابی کا متمنی ہوں۔

آپ کی روانہ کردہ اردو ترجمہ کی ایک جلد وصول ہوئی جس کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ [20]

آپ کا مخلص

ایم۔اے۔جناح

جناب محمد اعظم صاحب

لیکچرر شعبہ اردو

جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن

افادۂ عام کے لیے ہم قائداعظم محمد علی جناحؒ کے اصل انگریزی خط کا متن جو درحقیقت ''پیش لفظ'' (Forward) ہے پیش کررہے ہیں۔

"Forward"
to
"Sayyad-ul-Ambiya"

We feel pleasure in presenting a "Foreword" to "Sayyad-ul-Ambiya" written by Quaid-i-Azam Muhammad Ali Jinnah for Prof. Muhammad Azam's Urdu Translation of Thomas Carlyle's lecture namely "The Hero as Prophet: Mohamet: Islam". Prof. Muhammad Azam Khan was a Lecturer in the Department of Urdu, Usmania University, Hyderabad Deccan. The Second Edition of this Urdu Translation was published by Karvan-e-Adab, Karachi in October 1951. Luckily we have the copy of this edition which Prof. Muhamamd Azam Khan presented to Prince Ahmed on 16.6.1954 at Murree.

This is originally a lecture (II) which was delivered on Friday. 8th May, 1840 by Thomas Carlyle, and it was included in his m ost famous book entitled "On Heroes Hero-Worship and the Heroic in History". The Book was first published in 1904 and reprinted in 1906. It ran into many reprints and the last print was 1968 by Oxford Universty Press, London.

There is a common mistake in the name of the book because it has been quoted as "Heroes and Hero Worship" Whereas the correct name of the book is "On Heroes, Hero-Worship and the Heroic in History" and the author's full name is Thomas Carlyle.

Thomas Carlyle was born on 4th December, 1795 and died in London on 4th February, 1881. Among his famous writings are "French Revolution", The Nigger Question" and the "History of Friedrich II of Persia". Editor.

We produce hreunder the 'Forword' by Quaid-i-Azam Muhammad Ali Jinnah to Prof. Muhammad Azam's book "Sayyad-ul-Ambiya" an Urdu Translation of Thomas Carlyle's second lecture namely 'The Hero as Prophet; Mohamet; Islam".

Mount Pleasent Road,
Malabar Hill,
Bombay

26th August, 1944

Dear Sir,

"I am in receipt of your letter of August 17th, and I am glad to send you the following few words, as desired by you in the shape of a "Foreword" from me.

I am very glad indeed that you are bringing out a second edition of the Urdu Translation of Carlyle's "Heroes and Hero Worship". Amongst the various works of Carlyle I read this one in English when I was a student in England, and ever since I have held the sage of Chelsea in great admiration. He has done a great service not only to the Musalmans but to the rest of the world in giving an impartial picture and the history of the life and career of our great Prophet (peace be upon him), and your venture to have a second edition of Urdu Translation is welcome, and I wish you every success.

I have received the Urdu Translation you have send to me and I thank you for it."[21]

Yours faithfully,

M.A. Jinnah

* * *

رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

(اصل متن)

حضرت ابراہیم [22] علیہ الصلوٰۃ کے سب سے بڑے صاجزادے حضرت اسمٰعیل [23] علیہ الصلوٰۃ تھے۔ **بائبل** [24] اور **تورات** [25] کے بیان کے مطابق پھران کے ہاں بارہ لڑکے پیدا ہوئے۔ جن میں سے ایک کا نام **قیدار** [26] تھا۔ جن کی اولاد عرب کے صوبہ حجاز میں آباد ہوئی۔ اہلِ عرب قیدار کی اولاد ہیں۔ تمام مورخین اس امر پر متفق ہیں کہ حضور آقائے عرب وعجم کا سلسلہ نسبِ **عدنان** [27] سے ملتا ہے جو چالیسویں پشت میں حضرت **اسماعیلؑ** سے جا کر ملتے ہیں۔ اوراس حقیقت سے آج تک کسی نے انکارنہیں کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلۂ نسب حضرت ابراہیمؑ علیہ الصلوٰۃ سے ملتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کی نویں پشت میں **نضر بن کنانہ** کا نام ملتا ہے جو قریشِ مکہ کے مورثِ اعلیٰ تھے۔ گویا شرافت اور وجاہت کے اعتبار سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان معزز اور باوقار تھا۔ جغرافیہ کا ایک مبتدی طالبِ علم بھی جانتا ہے کہ جزیرۃ العرب براعظم ایشیاء کے جنوب میں واقع ہے۔ جہاں تین براعظم ایشیا، یورپ اور افریقہ آپس میں ملتے ہین۔ آفتابِ اسلام کی ضیاباریوں سے پیشتر دنیا جہالت اور خود ناشناسی کی تاریکیوں میں روپوش تھی اور عرب کی حالت کا تو پوچھنا ہی کیا وہاں پرلوگوں کا جُد اجد ااور مختلف مذاہب پر اعتقاد تھا لیکن بُت پرستی سب میں مشترکہ چیز تھی حتیٰ کہ **کعبہ مقدس** [28] میں بھی ابراہیمؑ، **اسمٰعیلؑ**، **عیسےٰؑ** [29] اور **مریم صدیقہؑ** [30] کے بتوں کی بے محابہ پرستش ہوتی تھی۔

عہدِ جاہلیّت

عرب لوگوں کی زندگی کا دارومدار تیغ آزمائی پر تھا اور چونکہ وہ ایسی ہی فضا میں پلتے تھے اسلئے خونخواری اور سفا کی ان کی فطرتِ ثانیہ بن گئی تھی۔ ان کے دن رات کے چوبیس گھنٹے باہمی جنگ وقتال میں صرف ہوتے تھے اور ذراسی بات پر تلوار میان سے تڑپ کر نکلتی تھی اور دم بھر میں کشتوں کے پشتے لگ جاتے تھے۔ ان حالات میں انسانی خون کی پاکیزگی کا کسے خیال آسکتا تھا۔ اسکے علاوہ لڑکیوں کو زندہ در گور کر دینا' شراب اور عیاشی کی گود میں زندگی بسر کرنا ایسے واقعات ہیں جن پر تاریخِ عالم کے اوراق گواہ ہیں۔ **مولانا حالی** علیہ الرحمۃ نے اس صورت حالات کا نقشہ کیسے موثر الفاظ میں کھینچا ہے:-

شراب ان کی گھُٹی میں گویا پڑی تھی   جُوا اُن کی دن رات کی دل لگی تھی
غرض ہر طرح اُن کی حالت بُری تھی   تعیّش تھا، غفلت تھی ، دیوانگی تھی[31]

ولادتِ قدسی ﷺ

لیکن یہ قانونِ قدرت ہے کہ جب موسمِ خزاں میں درختوں کے پتے خشک ہو کر جھڑ جاتے ہیں تو بہار کی دلفریب ہوائیں بھی بہت پیچھے نہیں ہوتیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ مردہ درختوں کے جسم سے لہلہاتی ہوئی کونپلیں پھوٹتی ہیں اور قدرت پھر ایک دفعہ دلفریب دلہن کی طرح حسن کی آرائشوں سے مالامال ہو جاتی ہے۔

طلوعِ اسلام

اسی طرح جب عرب گمراہی کی ضلالتوں میں ٹھوکریں کھا رہا تھا' اللہ تعالیٰ کے فضل نے ایک ایسے سورج کا طلوع کیا جسکی درخشانی اور تابانی نے تاریک ترین راہگذاروں کو بھی بقعۂ نور بنا دیا یعنی 22 اپریل 571ء کو **مکہ مکرمہ**[32] میں آفتابِ رسالت ﷺ کا طلوع ہوا۔ آپ ﷺ کے والد محترم **عبداللہ**[33] آپکی پیدائش سے پہلے ہی اس جہاں سے رخصت ہو چکے تھے اور آپ ابھی چھ سال کے ہی تھے کہ آپ اپنی والدہ محترمہ **حضرت آمنہ**[34] کی شفقت سے بھی محروم ہو گئے یہی نہیں بلکہ جب آپکا سن شریف آٹھ سال کا تھا آپکے دادا **عبدالمطلب**[35] نے بھی سفرِ آخرت اختیار کیا اور آپ کی پرورش کا تمام بوجھ آپ ﷺ کے چچا **ابوطالب**[36] کو برداشت کرنا پڑا۔ اس دوران میں اور جوانی کے آغاز تک آپ گلہ بانی کا کام کیا کرتے تھے۔ گویا اس سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ آپ جس طرح بھیڑوں اور بکریوں کو درندوں اور خونخوار جانوروں سے محفوظ رکھتے ہیں اسی طرح آپ انسانیت کے گلہ کے بھی راعی ہیں۔ چودہ (14) سال کی عمر میں آپ ایک تجارتی قافلہ کے ہمراہ **شام**[37] کو بغرضِ تجارت تشریف لے گئے اور اس کے چند سال بعد سرزمین عرب میں **قریش**[38] اور **بنی قیس** میں خوفناک جنگ شروع ہوگئی۔ حضور فخرِ دو عالم ﷺ نے اس خونریزی کو دیکھا اور آپ کے حساس دل پر گہرا اثر ہوا۔ اور آپ ﷺ نے حق وصداقت کو بلند رکھنے اور امن عامہ کی حفاظت کا تہیہ کرلیا اور بالآخر آپ فریقین میں صلح وصفائی کرانے میں کامیاب ہو گئے۔ تاریخ میں اس صلح کو "**حلف الفضول**[39]" کے نام سے یاد کرتے ہیں جس کی رُو سے کمزوروں اور مظلوموں کی امداد اور حفاظت کا عہد کرلیا گیا۔

آپ ﷺ جس وقت سنِ بلوغت کو پہنچے تو آپ نے اپنے آباؤاجداد کی اقتدا میں

تجارت شروع کردی۔ آپ کی دیانت، صداقت، خلوص اور ایمانداری سے **حضرت خدیجہ**رضؓ[40] اس قدر متاثر ہوئیں کہ انہوں نے آپ ﷺ کو معمول سے دوگنا حصّہ دینے پر اصرار کیا۔

اصحابِ فیل کا واقعہ[41]

یہاں پر تفصیل کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی ولادت باسعادت کے تمام واقعات کو رقم کرنے کی گنجائش نہیں لیکن ایک واقعہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔ آپ ﷺ کی ولادت کے سال میں یمن کے عیسائی حاکم ابرہہ[42] نے اپنے دارالخلافہ میں ایک عظیم الشان گرجا اس ارادہ سے تعمیر کیا کہ خلقِ خدا کا اژدہام کعبہ کی بجائے اس گرجا میں ہوتا کہ کعبہ کی روحانی اور دنیاوی عظمت کا قصر رفیع زمین پر آرہے۔ دراصل اس عزم مشومہ کی تہ میں تثلیث کو کامرانی اور کامیابی سے ہمکنار دیکھنا مقصود تھا چنانچہ اس ناپاک مقصد کی تکمیل کے ارادے سے وہ کعبہ پر ایک جرار فوج کے ساتھ حملہ آور ہوا اور مکہ مکرمہ سے تین میل کے فاصلہ پر ٹھہر گیا اور اہلِ مکّہ کو اپنے ارادہ سے آگاہ کرنے کے لئے ایلچی روانہ کردیا۔ اسی اثناء میں ابرہہ کے سپاہیوں نے حضرت عبدالمطلب کے بہت سے اونٹوں کو قبضہ میں لے لیا۔ حضرت عبدالمطلب اس سلسلہ میں اس کے پاس چل کر آئے۔ ابرہہ ان کی عظمت وجلالت کو دیکھ کر سخت متحیّر ہوا اور ان کی تشریف آوری کا سبب دریافت کیا۔ اس کا خیال تھا کہ عبدالمطلب الحاح وزاری سے کعبہ کے استحفاظ کی درخواست کرینگے لیکن اس کی امیدوں کے برعکس عبدالمطلب نے اپنے اونٹوں کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ اس پر ابرہہ نے متعجب ہوکر پوچھا کہ ''آپ کو اپنے اونٹوں کی تو بڑی فکر ہے مگر کعبہ کے متعلق جس کو میں گرانے آیا ہوں آپ کو کوئی فکر ہی نہیں''۔ عبدالمطلب نے بلا جھجک جواب دیا ''میں اونٹوں کا مالک ہوں۔ مجھے ان کی حفاظت مطلوب ہے۔ خانہ کعبہ کا مالک خود اپنے گھر کی حفاظت پر قادر ہے اور وہی اس کا

بندوبست کرے گا۔'' ازبسکہ قریش ابرہہ کے قشونِ قاہرہ کا مقابلہ کرنے سے عاجز تھے' اسلئے وہ گردونواح کی پہاڑیوں میں روپوش ہو گئے۔ عبدالمطلب خانہ کعبہ کو چھوڑنے سے پہلے خانہ کعبہ میں گئے اور اس کی چادر کو تھام کر یوں دعا کی: ''اے اللہ یہ تیرا گھر ہے۔ ہم اس کی حفاظت سے عاجز ہیں تو اپنے گھر کا آپ نگہبان ہو۔'' یہ کہکر وہ وہاں سے رخصت ہو گئے اور مورخین کا اتفاق ہے کہ ابرہہ کی فوج پر اتنی زبردست تباہی آئی کہ اس کے لشکر کا کثیر حصہ تباہ و برباد ہو گیا' باقی ماندہ بے سروسامانی میں تتر بتر ہو گیا۔ قرآنِ حکیم میں بھی مندرجہ ذیل آیاتِ بیّنات میں اس واقع کی طرف اشارہ ہے:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝١ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝٢ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝٣ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝٤ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝٥ [43]

صحرائی تربیت

عرب شرفا میں دستور تھا کہ مائیں اپنے بچوں کو چھاتیوں سے دودھ پلانے کے بجائے انہیں دیہات کی تندرست عورتوں کے سپرد کر دیتی تھیں۔ آنحضرت ﷺ کی ولادت باسعادت کے چند دن بعد تک آپ کی والدہ محترمہ نے آپ کو دودھ پلایا اور اس کے بعد چند دن **ثوبیہ**[44] نے جو **ابولہب**[45] کی لونڈی تھیں، آپ کو دودھ پلایا۔ ازاں بعد آپ **حلیمہ سعدیہ**ؓ[46] کی تحویل میں دے گئے گئے۔ دو سال بعد آپ پھر اپنی والدہ مکرمہ کے پاس تشریف لے آئے لیکن فوراً ہی پھر دیہات میں بھیج دئے گئے کیونکہ مکہ مکرمہ میں وبا پھیلی ہوئی تھی۔ آپ چھ سال تک دائی حلیمہ کے گہوارہ میں پرورش پاتے رہے اور اسکے بعد واپس تشریف لے آئے۔ اس دوران میں آپ کی والدہ محترمہ مدینہ منورہ کی طرف اپنے خاوند کی قبر کی زیارت کے لئے سفر کر رہی تھیں کہ راستہ میں ہی آپ کا انتقال ہو گیا۔ اسکے بعد آنحضرت ﷺ کی خبر گیری کا بار آپ کے دادا عبدالمطلب نے اپنے ذمہ لے لیا۔ بچپن سے ہی آنحضرت ﷺ میں محبت، امانت اور صداقت کے جواہر نمایاں تھے۔ حضرت خدیجہؓ آپ کی امانت اور دیانت سے اس قدر متاثر ہوئیں کہ انہوں نے خود آپ کے حبالۂ عقد میں آنے کی خواہش ظاہر کی حالانکہ اس سے پیشتر عرب کے بڑے بڑے سردار حضرت خدیجہؓ سے نکاح کی خواہش ظاہر کر چکے تھے جسے آپ نے رد کر دیا تھا۔

حضرت خدیجہؓ

شادی کے وقت آپ ﷺ کی عمر پچیس سال کی تھی اور حضرت خدیجہؓ آپ سے پندرہ سال بڑی یعنی چالیس سال کی تھیں لیکن عمر میں اس تفاوت کے باوصف ان کی آپس

میں بیحد محبت تھی حالانکہ اس وقت ہر شخص کو اجازت تھی کہ وہ جتنی عورتوں سے چاہے شادی کر لے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہؓ کی زندگی میں کسی دوسری عورت سے شادی نہیں کی۔ وہ لوگ جو کور باطنی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیوں پر اعتراض کرتے ہیں، وہ خدارا بتلائیں کہ ایک شخص جو عین شباب کے عالم میں ایک چالیس سالہ بیوہ سے شادی کرتا ہے اور اسکی زندگی میں دوسرے نکاح کا دل میں خیال تک نہیں لاتا، کیا اس کے متعلق بد باطن سے بد باطن شخص بھی کہہ سکتا ہے کہ اس کی بعد کی شادیوں کو دنیاوی دلچسپیوں کا دخل حاصل تھا ۔شادی کے پندرہ سال بعد آپ کو منصبِ نبوت حاصل ہوا۔

حضرت خدیجہؓ سے زیادہ کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ مبارک کی عمیق ترین گہرائیوں سے واقف نہیں تھا۔ انہوںؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ہر ایک پہلو کو خلوتوں میں باریک نگاہوں سے دیکھا تھا اور جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہؓ سے اپنے منصبِ نبوت کا ذکر کیا، وہ آپ کی دیانت کو جانتی ہوئی فوراً آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں۔

صلح و امن کا داعیؐ

شادی کے کچھ عرصہ بعد مکہ مکرمہ میں ایک واقعہ پیش آیا جس سے لوگوں پر آپکی معاملہ فہمی اور اصابت رائے کی دھاک بیٹھ گئی۔ اس زمانہ میں قریش خانہ کعبہ کی تعمیر میں مصروف تھے اور جسوقت **سنگ اسود** [47] کو اسکی اصل جگہ رکھنے کا سوال پیش ہوا تو ہر ایک قبیلہ اپنا حق مقدم سمجھتا تھا کہ وہ سنگِ اسود کو اسکی جگہ نصب کرے۔ اس قبائلی نزاع کے نتائج سخت خوفناک معلوم ہوتے تھے۔ بالآخر یہ طے پایا کہ جو شخص علی الصبح سب سے پہلے خانہ کعبہ کی چار دیواری میں داخل ہو وہ اس جھگڑے کو جس طرح چاہے چکا دے۔ خوش قسمتی سے سب سے پہلے جو شخص خانہ کعبہ کی چار دیواری میں داخل ہوا وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اس سے سب بہت

خوش ہوئے اگر آپ چاہتے تو خود سنگِ اسود کو اُٹھا کر اسکی جگہ پر نصب کر دیتے مگر آپ کی طبیعت میں خود غرضی کا نام ونشان تک نہ تھا چنانچہ آپ نے اپنی چادر کندھوں سے اتار کر زمین پر بچھادی اور تمام قبیلوں کے سرداروں کو چادر کے کونے پکڑنے کو کہا اور خود بعد میں اُسے اٹھا کر اپنی جگہ پر نصب کر دیا اور اس طرح ملکِ عرب کو ایک بہت بڑی خانہ جنگی سے نجات مل گئی۔ اس واقعہ سے آنحضرت ﷺ کی معاملہ فہمی، وسعتِ خیال اور بیمثل رواداری کا ثبوت ملتا ہے۔

سیرت اور اخلاق کا معجزہ

حضور ﷺ کی زندگی کے دو پہلو بہت زیادہ جاذبِ نظر ہیں۔ پہلے تو یہ کہ آپ امّی محض تھے لیکن خدا کی قدرت ہے کہ اسی امّی نے علم وحکمت اور تمدن ومعاشرت کا وہ عظیم الشان مینار تعمیر کیا جسکی روشنی نے جہالتوں اور تاریکیوں کے تمام پردے چاک کر دئے۔ دوسرے یہ کہ آپ نے اپنی عمرِ عزیز کے چالیس سال ایسے ماحول میں بسر کئے جس میں شراب خوری، بُت پرستی اور عیاشی کا دور دورہ تھا لیکن آپکا دامن ان آلائشوں سے ہمیشہ پاک رہا۔ آپ ﷺ کے بدترین دشمن کو کبھی آپ ﷺ کی اخلاقی زندگی میں عیب جوئی کا حوصلہ نہیں ہوا۔ منصبِ نبوت پر فائز ہونے سے آپ ﷺ کی زندگی سراسر معجزہ تھی اور ہر شخص جس نے حضور ﷺ کی زندگی کا بہ نظرِ تعمق مطالعہ کیا ہے ابوطالب کی طرح یہ رائے قائم کرنے پر مجبور ہوگا:

''میں نے محمد ﷺ کو کبھی جھوٹی بات کہتے نہیں سنا۔ اسکے لب کبھی غیر مہذب اور ناپسندیدہ الفاظ سے آشنا نہیں ہوئے اور وہ آجتک کسی غیر پسندیدہ مجلس میں نہیں بیٹھا''۔

حضرت محمد ﷺ کی زندگی کی ضبطِ نفس، پاکیزگی اور صداقت کا نمونہ تھی۔ آپ ﷺ نے اپنی ضروریات کو اپنے خاندان کی ضروریات پر کبھی بھی مقدم نہ جانا۔ آپکا خاندان تمام عرب بھر میں موقر اور معزز تھا۔ جب کبھی قریش آپ ﷺ پر معترض ہوتے اور مخالفت کرتے تھے تو

آپ ﷺ انہیں برملا کہا کرتے تھے کہ "اے قریش! میری زندگی کا ایک ایک لمحہ تمہارے سامنے بسر ہوا ہے مجھے بتاؤ تو سہی کہ کیا تم نے اس عرصہ میں مجھ میں کوئی بھی نقص دیکھا"؟

یہ چیلنج آج بھی اسی طرح مشرق و مغرب میں گونج رہا ہے اور حضور ﷺ کے بدترین دشمن کو بھی یہ جرأت نہیں ہوتی کہ وہ آپ کی زندگی کے کسی ایک واقعہ پر بھی حرف گیری کر سکے۔

'بچپن میں ہی لوگ حضور ﷺ کی شخصیت سے اس قدر متاثر تھے کہ وہ آپ ﷺ کو "الامین"[43] کے معزز خطاب سے مخاطب کرتے تھے۔ "الامین" کا مفہوم محض روپیہ پیسہ میں امانت تک ہی محدود نہیں بلکہ صداقت کے ہمہ گیر مفہوم کے مترادف ہے۔

اولاد

حضرت خدیجہؓ کے بطن سے چار لڑکیاں اور دو لڑکے پیدا ہوئے۔ آپ کے سب سے بڑے صاحبزادے کا نام **قاسم**ؓ[48] تھا جنکی نسبت سے حضور ﷺ کو **ابوالقاسم** بھی کہا جاتا ہے۔ قاسمؓ دو سال کی عمر میں ہی آپ ﷺ کو داغِ مفارقت دے گئے۔ آپ ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی **زینب**ؓ[49] **ابوالعاص**[50] کے حبالۂ عقد میں تھیں۔ آپ کی صاحبزادی **رقیہ**ؓ[51] کی شادی **حضرت عثمان**ؓ[52] سے ہوئی۔ لیکن آپ جنگ **بدر**[53] کی فتح کے موقعہ پر انتقال فرما گئیں اور بعد ازاں **ام کلثوم**ؓ[54] حضرت عثمانؓ کے نکاح میں آئیں۔ آپ ﷺ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت **فاطمۃ الکبرا**[55] تھیں جن کی اولاد تاریخ اسلام میں سیّد کہلاتی ہے۔ آپ **حضرت علی**[56] کرم اللہ وجہ کے عقد میں تھیں۔ حضرت خدیجہؓ کی اولاد میں سے صرف حضرت فاطمۃ الزہراؓ ہی زندہ رہیں۔ ایک دوسری بیوی سے حضور ﷺ کے ہاں ایک صاحبزادے پیدا ہوے۔ جن کا نام **ابراہیم**ؓ[57] تھا لیکن وہ بھی عالمِ طفولیت میں ہی انتقال فرما گئے۔ حضور ﷺ کو خدیجہؓ سے بیحد الفت تھی اور ان کی وفات کے بعد بھی آپ ﷺ انہیں محبت سے یاد فرمایا کرتے تھے۔

انقلابِ عظیم

اسلام کے فاتحانہ سیلاب میں دنیا کی توہم پرستیاں خس وخاشاک کی طرح بہ گئیں اور جس جگہ بُت پرستی اور شرک وطغیان کی خاردار جھاڑیاں تھیں وہاں **گلشنِ توحید** لہلہانے لگا۔ اسلام دنیا میں ایک پاکیزہ تہذیب کا درخشاں باب ہے۔ ایک یتیم ﷺ جسکی مخالفت میں طاغوتی طاقتوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا جسکو گھر سے بیوطن کر دیا گیا اور جسے طرح طرح کی اذیتیں دی گئیں بالآخر عزم الامور کے طفیل ایک وحشی قوم کو فتح ونصرت کی بلندیوں تک پہنچانے میں بیمثل طور پر کامیاب ہوا اور جو لوگ سیاسی، معاشی اور عمرانی تاریکیوں کے گڑھوں میں گرے ہوئے تھے۔ وہی پاکیزگی، توحید، حریت، صداقت اور شجاعت میں ضرب المثل ہوگئے۔ ایک ربع صدی میں ایسے زبردست انقلاب کو پیدا کرنا تاریخ کا ایک اہم ترین واقعہ ہے۔ آنحضرت ﷺ ایک ہی وقت میں مصلحِ اعظم، کمانڈر انچیف، حاکم، مجسٹریٹ اور قوموں کی زندگی میں انقلاب پیدا کرنے والے تھے۔

از بسکہ جہاں تک انسانیت کے بنیادی اصولوں کا تعلق ہے اس چرخِ نیلوفری کے نیچے ہر ایک جگہ ایک جیسی ہے۔ اسلئے زندگی کے تمام مسائل کم وبیش ہر ایک جگہ یکساں ہوتے ہیں جس طرح آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پیشتر چند الٰہی قوانین کی تاثیر نے عربوں کی مردہ قوم کو ازسرِ نو زندگی کے بلند ترین مقام پر پہنچا دیا تھا۔ اِسی طرح آج ان قوانین کی برکت سے غلام ہندوستان کی قِسمت بدلی جاسکتی ہے۔ **اسلامی قوانین آج بھی ہندوستان کے ہی نہیں بلکہ دُنیا بھر کے بین الاقوامی مصائب کو حل کرسکتے ہیں۔**

حضور نبی کریم ﷺ کی تعلیم نے ایک ایسے مذہب کی بنیاد رکھی جس نے مشرق سے لے کر مغرب تک زندگی کے ہر شعبہ میں ایک خوشگوار انقلاب پیدا کر دیا اور روحانی،

دماغی، سوشل، سیاسی اور اقتصادی پستیوں کو چشمِ زدن میں رفعت سے آشنا کر دیا۔ آج بھی ہمیں **حضور رحمۃ للعالمین** ﷺ کی تعلیم پکار پکار کر اپنی طرف بلا رہی ہے۔ کاش: ہم اس آواز کو سن سکیں۔

حضور ﷺ کی بعثت سے قبل دنیا کے مختلف حصوں اور مختلف وقتوں کے لئے انبیاء کرام تشریف لاتے رہے۔ ان کی تعلیم عالمگیر نہ تھی اور عالمگیر ہو بھی کیسے سکتی تھی جبکہ انسانیت کو ارتقائی منازل طے کرنے میں ابھی بہت وقت درکار تھا۔ بالآخر ہمارے ہادیٔ عالم ﷺ کا درود مقدس اس وقت ہوا جب دنیا ایک ایسی منزل پر پہنچ چکی تھی جہاں سے وہ حقائق و معارف کے تمام امور کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتی تھی۔ اسی لئے ہمارے **پیغمبر آخر الزمان**[58] ﷺ کو "**رحمۃ للعالمینؐ**"[59] کے معزز لقب سے خالق اکبر نے سرفراز فرمایا:[60]

کردار کی تشکیل وتعمیر

مئی 1937ء کے آخری ہفتے میں کاؤس جی جہانگیر ہال بمبئی میں حضور نبی کریم ﷺ کے یومِ ولادت باسعادت (عید میلاد النبی ﷺ) کی نسبت سے ایک ایمان افروز اور روح پرور تقریب منعقدہ ہوئی۔ محمد علی جناحؒ نے اس تقریب سعید سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''حضور سرورِ کائنات محمد رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نہ صرف ایک مذہب (دینِ حنیف) دیا بلکہ ایک ضابطۂ حیات دیا جس کی دنیا میں مثال نہیں ملتی۔ یہ ایک روحانی، اخلاقی، معاشی اور سیاسی ضابطہ ہے جس نے دنیا کے بدلتے ہوئے تغیر پذیر حالات اور واقعات کا ساتھ دیا ہے۔ یہ کوئی بڑی بات نہیں اور اس میں کوئی بڑھائی نہیں کہ ہم محض زبانی کلامی اور طوطے کی طرح حضور ﷺ کی تعریف کرتے رہیں اور اس نظام کی تعریف کریں اور ماضی پر انحصار کریں۔

آپ نے حاضرین اور سامعین سے سوال کیا: ''ہم کہاں ہیں''؟ اور مختصر سے وقفے کے بعد آپ نے بنفس نفیس فرمایا: ''ہم کہیں بھی نہیں ہیں، ہمارا کوئی وجود نہیں''۔

ہم حضور اکرم ﷺ کے اہل ثابت نہیں ہوئے جنہوں نے ہمارے لیے ایک قابلِ قدر اور قابلِ فخر ورثہ چھوڑا۔

جس کی بنیاد آزادی، اخوت، بھائی چارہ اور مساوات پر ہے۔ آپ نے حاضرین سے پوچھا! ''آپ کب تک خوابِ غفلت میں پڑے رہیں گے؟ بعدازاں آپ نے ایک جم غفیر۔ سے اپیل کرتے ہوئے فرمایا:

''آپ اپنے سیرت وکردار کی تشکیل اور تعمیر کیجئے''۔

آپ نے حاضرین کو یقین دلایا کہ ''اگر آپ اس پر عمل پیرا ہونے میں کامیاب ہوگئے تو یقین کیجئے کامیابی وکامرانی آپ کے قدم چومے گی''۔[61]

Islam - a Code without any Parallel

Birthday of the Holy Prophet Muhammad (Peace be upon him) was celebrated at cowasji Jehangir Hall, Bombay in the third week of May, 1937. Quaid-i-Azam Muhammad Ali Jinnah addressing the meeting said:

The Prophet (Peace be upon him) had given not only a religion but also a Code - a Code without any parallel. It was a moral, social, economic & political Code and that Code stood the brunt and test of the changing times...But it was no use simply praising the Prophet (Peace be upon him) and the system he had given and it was no use living on the past." Asked the audience, "Where are we?" and after a little pause, replied, "We are nowhere". Then he said, "they were unworthy of the Great Man, who had left them that proud heritage, which stood for liberty, fraternity and equality". "Will you wake up?", he asked & appealed to the great assemblage of people "to redeem their character", and if they succeeded in doing so, he asked the audience to believe in him that there was nobody who would touch them."[62]

ہمارے پیغمبر ﷺ ایک کی اقلیت تھے

قائداعظم محمد علی جناحؒ نے 2 جنوری 1938ءَ گیا کے مقام پر جامع مسجد میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے مسلمانوں سے اپیل کی کہ

''وہ مسلم لیگ کے پروگرام اور حکمتِ عملی کا مطالعہ کریں''

انہوں نے مسلم لیگ کا پرچم لہرانے کی رسم ادا کرتے ہوئے فرمایا:

''اب میں اسے آپ کی مقدس تحویل میں چھوڑے جا رہا ہوں۔ یہ پرچم آپ کے وقار کی، مسلمانوں کے وقار کی اور اسلام کے وقار کی علامت ہے۔ مسلم لیگ کا پرچم ''اسلام کا پرچم'' ہے۔ یہ نئی چیز نہیں۔ یہ گذشتہ تیرہ سو برس سے موجود ہے لیکن کچھ عرصہ سے ہم اسے فراموش کر بیٹھے تھے۔ اس پرچم کو بلند کرنے کا مطلب ہے اپنے وقار کو بلند کرنا۔ اب میں اسے آپ کے ہاتھوں میں چھوڑ رہا ہوں۔ ان مسلمانوں کے لیے جو خلوص کے ساتھ ایک دوسرے کی مدد کرنا چاہتے ہیں صرف ایک ہی راستہ کھلا ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ مسلم لیگ میں اس کے رکن کی حیثیت سے شامل ہو جائیں جس میں نہ صرف ہمارے فرقے کی نجات ہے بلکہ ہمارے ملک کی بھی نجات ہے۔

ہمارا تناسب یقیناً قلیل ہے لیکن صرف یہ بات ہماری فکرمندی کی وجہ سے بن جانی چاہیے۔ تیرہ سو برس قبل ہمارے رسول ﷺ نے اپنے دین کی تبلیغ فرمائی تو اس وقت کوئی مسلمان نہ تھا۔ بیس برس میں ہمارے رسول ﷺ نے نہ صرف اپنے دین کو عرب، مصر اور یورپ میں پھیلا دیا بلکہ انہیں اپنے زیرنگیں بھی لے آئے۔ اگر ایک واحد مسلمان یہ سب کچھ کر سکتا ہے تو 9 کروڑ مسلمان کیا کچھ نہیں کر سکتے؟ اگر کبھی بھی مسلمانوں کو زک پہنچی ہے تو وہ دوسرے مسلمان سے پہنچی۔ چنانچہ میں کہتا ہوں کہ اگر آپ متحد ہو جائیں تو دنیا میں ایسی کوئی طاقت نہیں جو آپ کو دبا سکے یا آپ پر ظلم توڑ سکے''۔[63]

قائداعظم محمد علی جناح نے یہ تقریر اردو میں کی۔

دین مبین کی تبلیغ

6 جنوری 1938ء کو مومن انصار جماعت کے سپاس نامے کے جواب میں خطاب کرتے ہوئے قائداعظمؒ نے فرمایا:

''وہ سب کے لیے آزادی اور سب کے لیے مساوی عدل کے لیے لڑ رہے ہیں۔ وہ اصولوں اور مساوات کے لیے لڑ رہے ہیں۔''

انہوں نے فرمایا:

''جب رسول مقبول ﷺ نے اپنے دین کی تبلیغ شروع کی تو وہ دنیا بھر میں صرف ایک اقلیت میں تھے لیکن قرآن مجید کی اعانت سے انہوں نے ساری کائنات کو چیلنج کیا اور مختصر ترین مدت میں دنیا میں عظیم ترین انقلاب برپا کر دیا۔ اگر مسلمان یقین کی وہ قوت' تنظیم، نظم وضبط اور ایثار کی وہ طاقت حاصل کر لیں تو انہیں ساری دنیا کی معاندانہ قوتوں سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ انہیں چاہیے کہ وہ اپنی سہل انگاری کو جھٹک دیں' شکست خوردہ ذہنیت اور مایوسی سے نجات حاصل کر لیں۔ وہ اپنا یقین دوبارہ حاصل کریں' اپنی روحوں کو دوبارہ تسخیر کریں اور ہند میں اپنی تاریخ ایک بار پھر رقم کریں۔''[64]

تعلیمات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا احیاء

آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن جالندھر سے خطاب کے دوران ''تعلیمات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم'' کے احیاء پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے 15 نومبر 1942ء کو قائداعظمؒ نے فرمایا:

''آپ ہندوستان کے مسلم طلبہ کی اس طرح تنظیم کیجئے کہ وہ اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے ایک نقطہ پر جمع ہو جائیں اور ملت اسلامیہ کی معاشرتی، اقتصادی اور تعلیمی ترقی کے لیے تعمیری لائحہ عمل ترتیب دیں۔ ثقافت اسلامی اور تعلیماتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا احیاء کریں اور ہندوستان کی مختلف اقوام کے درمیان بھائی چارے اور خیر سگالی کے جذبات پیدا کریں۔''[65]

اسوۂ حسنہ ﷺ کی پیروی

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی یونین میں 9 مارچ 1944ء کو تقریر کرتے ہوئے قائداعظمؒ نے مسلمان قوم کی صلاحیتوں کی تعریف کی۔ رسول اکرم ﷺ کا ذکر مبارک کرتے ہوئے انہوں نے کہا:

''حضور اکرم ﷺ نے ''اُجڈ'' لوگوں کو ایک طاقتور قوم بنا دیا تھا۔ ہماری پشت پر تہذیب وثقافت کی عظیم روایت موجود ہیں۔''

تقریر ختم کرنے سے پیشتر مسٹر جناحؒ نے ایک جرمن مصنف موزف ہیل کی کتاب 'عرب قبل از ظہور اسلام' کے ایک باب کا حوالہ دیا۔ مصنف نے کہا کہ عربوں میں دو بڑی خامیاں ہیں۔ اولاً: ان میں قومی اتحاد کے شعور کا فقدان ہے۔ ان میں محض قبیلوں اور خاندانوں کا احساس ہے۔ دوم: ان میں شعور اطاعت مفقود ہے۔ اس تنقید کا اطلاق ہند کیت مسلمانوں پر بھی ہوتا ہے۔ رسول مقبول ﷺ نے اجڈ لوگوں کو ایک قوم بنا دیا تھا۔ ہماری پشت پر ثقافت اور تہذیب کی عظیم روایت موجود ہیں۔ اور ہم میں ایک عظیم قوم بننے کی تمام تر صلاحیت موجود ہے۔ ہم اپنی قوم کو عظیم بنا سکتے ہیں اور انشاءاللہ بنائیں گے اور جب ہم یہ کر لیں گے تو پاکستان ہمارے قدموں میں ہوگا۔ (تحسین وآفرین کے مسلسل نعرے)۔[66]

اسوۂ رسول ﷺ کا اتباع

قائداعظم محمد علی جناحؒ نے 19 مارچ 1944ء کو پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن لاہور کی سالانہ کانفرنس کے اختتامی اجلاس میں ذات پات کے مسئلہ پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے فرمایا:

''اسلام مختلف ذاتوں میں کسی قسم کی تمیز اور امتیاز کو تسلیم نہیں کرتا اور رسول مقبول ﷺ نے ذات پات کی تمیز کو مٹا کر عرب میں عربوں میں قومی اتحاد برپا کر دیا تھا اور آپ ﷺ نے اس بنیاد کو اس مضبوطی سے قائم کیا کہ وہ انہیں عرب کی سرحدوں سے اتنی دور لے گئی کہ وہ ہسپانیہ اور فرانس کے دروازے پر دستک دے رہے تھے۔ وہ ذات پات کی لعنت کو ختم کر دینا چاہتے ہیں جس نے مسلم ہند کو تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے۔ انہوں نے کہا: میں اس بات کو واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ مسلم لیگ کسی کو ان طریقوں سے مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پھیلانے کی اجازت نہیں دے گی۔ ہماری جڑ بنیاد اسلام ہے حتی کہ شیعہ سنی کا بھی کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ ہم ایک ہیں اور ایک قوم کی حیثیت سے ہی ہمیں قدم سے قدم ملا کر چلنا ہوگا' صرف اسی صورت میں ہم پاکستان کو برقرار رکھ سکیں گے۔ انہوں نے اعلان کیا کہ ذات پات طریقہ ہی ہند کی غلامی کا اصل ذمہ دار ہے اور ان لوگوں کو خبردار کیا جو ان ہتھکنڈوں کو استعمال کر رہے ہیں۔''[67]

بتانِ رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی' نہ ایرانی نہ افغانی[68]

ذات پات کے امتیاز کو مٹانے کی تلقین

اسلامیہ کالج کے اساتذہ اور طلبہ کے ایڈریس کے جواب میں یکم اپریل 1944ء کو "ذات پات کے امتیاز" کو مٹانے پر زور دیتے ہوئے قائداعظمؒ نے فرمایا:

"میں آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ ذات پات کے امتیاز کو مٹایا جائے اور جس لعنت سے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے نجات دلائی تھی اس میں دوبارہ پھنسنے کی کوشش نہ کی جائے۔"[69]

عید میلاد النبی ﷺ کی تقریب پر پیغام

قائداعظم محمد علی جناحؒ نے 5 فروری 1945ء کو مدیر مسلم ویوز (Muslim Views) بمبئی کے نام حسب ذیل پیغام عید میلاد النبی ﷺ کی مبارک تقریب پر ارسال فرمایا:

''آپ نے مجھ سے فرمائش کی ہے کہ میں آپ کو میلاد النبی ﷺ کی تقریب پر پیغام ارسال کروں۔ میں آج آپ کو اس کے سوا کیا پیغام دے سکتا ہوں کہ ساری دنیا میں مسلمانوں کو اسلام کی بہترین روایات کے مطابق زندگی بسر کرنا چاہیے۔ وہ دین جو ہمیں رسول ﷺ کی وساطت سے ملا ہے۔

اسلام اس دنیا میں آیا تاکہ یہاں جمہوریت' امن اور انصاف قائم کرے اور مظلوموں کے حقوق کا تحفظ کرے۔ یہ بنی نوع انسان کے لیے امیر اور غریب' بلند اور پست میں مساوات کا پیغام لایا۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنی حیات طیبہ کا بیشتر حصہ نظریات کی خاطر لڑنے میں صرف کیا۔ پھر کیا یہ ہر مسلمان کا فریضہ نہیں ہے' کہ وہ جہاں کہیں بھی ہو' وہ ان عظیم نظریات اور اسلام کی شاندار روایت کو برقرار رکھنے کے لیے اپنی بہترین کوشش صرف کر دے۔ انسانوں میں مساوات قائم کرے' انسان کے جائز حقوق کے حصول اور جمہوریت کے قیام کی خاطر لڑے؟ ہند میں ہم یہ یقین رکھتے ہیں کہ پاکستان ہمارا جائز مطالبہ ہے اور پیدائشی حق۔ ہم باور کرتے ہیں کہ یہ جمہوری اصولوں اور انصاف کے عین مطابق ہے۔ لہٰذا ہم نے یہ عزم بالجزم کر رکھا ہے کہ ہم اس کے لیے لڑیں گے اور انشاء اللہ کامیابی ہمارے قدم چومے گی۔[70]

اسوۂ حسنہ ﷺ کی پیروی کی تلقین

سندھ صوبائی مسلم لیگ کونسل سے 23 فروری 1947ء کو کراچی میں خطاب کرتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناحؒ نے قوم پر زور دیا کہ وہ حضور نبی کریم ﷺ کے نقش پا ____ اسوۂ حسنہ ﷺ کی پیروی کریں۔

''ہم یہ سب کچھ کر سکتے ہیں اور اس سے بہت زیادہ حاصل کر سکتے ہیں بشرطیکہ ہم اس راہ سے انحراف نہ کریں جو عظیم ترین پیغمبر محمد ﷺ نے ہمارے لیے متعین کی تھی۔ آپ کو یہ یاد رکھنا ہوگا کہ ہم دنیا میں اپنا مقام صرف اس وجہ سے کھو بیٹھے کہ ہم نے کسی نہ کسی وجہ سے آپ ﷺ کے نقشِ پا پر چلنا چھوڑ دیا۔''[71]

رواداری اور حُسنِ سلوک: حضور اکرم ﷺ کی روشن مثال

مجلسِ دستور سازِ پاکستان کے اختتامی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناحؒ نے کراچی میں 14 اگست 1947ء کو فرمایا:

''میں زور دے کر کہنا چاہتا ہوں کہ ہم اس جذبے کو سراہتے ہیں جس کے تحت اس وقت سرکاری ملازمت اور مسلح فوج میں موجود اور دیگر اصحاب نے عبوری طرز پر بطیّب خاطر اور بغیر کسی رووکد کے پاکستان کے لیے اپنی خدمات رضا کارانہ طور پر پیش کیں۔ بحیثیت خادمان پاکستان ہم انہیں خوشیاں فراہم کریں گے اور ان کے ساتھ وہی سلوک روا رکھا جائے گا جو اپنی قومیت والوں سے ہوگا۔ عظیم شہنشاہ اکبر [72] نے تمام غیر مسلموں کے ساتھ رواداری اور حسن سلوک کا مظاہرہ کیا' یہ کوئی نئی بات نہ تھی۔ اس کی ابتدا آج سے تیرہ سو سال پہلے بھی ہمارے پیغمبر ﷺ نے کردی تھی۔ آپ ﷺ نے زبان سے ہی نہیں بلکہ عمل سے یہود و نصاریٰ پر فتح حاصل کرنے کے بعد نہایت اچھا سلوک کیا۔ ان کے ساتھ رواداری برتی اور ان کے عقائد کا احترام کیا۔ مسلمان جہاں کہیں بھی حکمران رہے ایسے ہی رہے۔ ان کی تاریخ دیکھی جائے تو وہ ایسے انسانیت نواز اور عظیم المرتبت اصولوں کی مثالوں سے بھری پڑی ہے جن کی ہم سب کو تقلید کرنا چاہیے۔'' [73]

اجلاس میں لارڈ اور لیڈی ماؤنٹ بیٹن بھی موجود تھے۔

تعلیمات رسول ﷺ کی پیروی

قائداعظم محمد علی جناحؒ کے نزدیک جغرافیائی دوری کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھی۔اس کا ثبوت پاکستان کے دو حصے یعنی مشرقی اور مغربی پاکستان تھے (افسوس صد افسوس جو یکجا نہ رہ سکے)، دونوں حصوں کے درمیان قریباً ایک ہزار میل کا فاصلہ ہے لیکن جس چیز نے ان دونوں حصوں کو ایک رشتے اور ایک رسی میں پرویا تھا وہ ہے ''رشتۂ ایمان'' دونوں حصوں کے باسی مسلمان اور ایک خدا، ایک قرآن اور ایک رسول ﷺ کے ماننے والے ہیں:

قائداعظمؒ نے 19 فروری 1948ء کو آسٹریلیا کے عوام سے ایک نشری خطاب میں مشرقی اور مغربی پاکستان کے مابین ایمانی اور روحانی رشتے پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:

''مغربی اور مشرقی پاکستان کے درمیان ہزار میل کے قریب بھارتی علاقہ ہے۔ بیرونی ملک کا کوئی بھی طالب علم سب سے پہلے سوال کرسکتا ہے کہ ایسا کیسے ممکن ہے؟ ایسے علاقوں کی حکومت میں جن کے درمیان اس قدر طویل فاصلہ حائل ہو اتحادِ عمل کیسے ہوسکتا ہے؟ میں اس سوال کا ایک ''لفظ'' میں جواب دے سکتا ہوں اور وہ ہے ''ایمان''۔ ایمان اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات پر، اپنے اوپر اعتماد اور اپنے مقدر پر بھروسہ لیکن میں سمجھ سکتا ہوں کہ جو لوگ ہم سے واقف نہیں ہیں انہیں اس مختصر سے جواب کے مضمرات کو سمجھنے میں شاید دقت محسوس ہو، لیجئے میں آپ کے سامنے تھوڑا سا پس منظر بیان کر دیتا ہوں۔

ہماری عظیم اکثریت مسلمان ہے۔ ہم رسول خدا ﷺ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہیں۔ ہم اسلامی ملت اور برادری کے رکن ہیں جس میں حق، وقار اور خودداری کے تعلق سے سب برابر ہیں۔ نتیجتاً ہم میں اتحاد کا ایک خصوصی اور گہرا شعور موجود ہے۔ لیکن غلط نہ سمجھئے، پاکستان میں کوئی نظام پاپائیت رائج نہیں۔ اس طرح کی کوئی چیز نہیں ہے۔ اسلام ہم سے

دیگر عقائد کو گوارا کرنے کا تقاضا کرتا ہے اور ہم اپنے ساتھ ان لوگوں کے گہرے اشتراک کا پُر تپاک خیر مقدم کرتے ہیں جو خود پاکستان کے سچے اور وفادار شہریوں کی حیثیت سے اپنا کردار ادا کرنے کے لیے آمادہ اور رضا مند ہوں۔

نہ صرف یہ کہ ہم میں سے بیشتر لوگ مسلمان ہیں' بلکہ ہماری اپنی تاریخ ہے' رسوم و روایات ہیں اور وہ تصورات فکر ہیں' وہ نظریہ اور جبلّت ہے جس سے ''قومیت'' کا شعور ابھرتا ہے۔ ہند میں صدیوں سے ہمارا ایک مقام تھا کسی وقت وہ مقام اعلیٰ وارفع تھا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب مغلوں کا فرمان ساحل تا بہ ساحل جاری و ساری تھا۔ ہم اس عہد کو صرف تاریخی نقطہ نظر سے دیکھتے ہیں۔ اب ہمارے پاس مقابلتاً کم علاقہ ہے جو بلحاظ رقبہ انگلستان سے چار گنا ہے۔ یہ ہمارا ہے اور ہم اس پر قانع ہیں۔ ہم اپنے ہمسایوں کے خلاف جارحانہ عزائم نہیں رکھتے۔ ہم صلح و آشتی کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔ ہم سکون کے ساتھ اور اپنے طریقے سے اپنے مستقبل کو سنوارنا چاہتے ہیں اور امور عالم میں اپنا جائز حق ادا کرنا چاہتے ہیں''۔ [74]

عید میلاد النبی ﷺ کی تقریب سعید سے خطاب

25 جنوری 1948ء کو قائداعظم محمد علی جناحؒ گورنر جنرل پاکستان نے عید میلاد النبی ﷺ کی تقریب سعید پر اپنے اعزاز میں کراچی بار ایسوسی ایشن کی جانب سے دیئے گئے ایک استقبالیہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ لوگوں کا ایک طبقہ جو دانستہ طور پر شرارت کرنا چاہتا ہے، یہ پروپیگنڈا کر رہا ہے کہ پاکستان کے دستور کی اساس شریعت پر استوار نہیں کی جائے گی۔

قائداعظمؒ نے فرمایا''

آج بھی اسلامی اصولوں کا زندگی پر اسی طرح اطلاق ہوتا ہے جس طرح تیرہ سو برس پیشتر ہوتا تھا۔''

''جو لوگ گمراہ ہو گئے ہیں یا کچھ لوگ جو اس پروپیگنڈے سے متاثر ہو گئے ہیں، میں انہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ نہ صرف مسلمانوں بلکہ غیر مسلموں کو بھی خوف زدہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔

اسلام اور اس کے اعلیٰ نصب العین نے ہمیں جمہوریت کا سبق پڑھایا ہے۔ اسلام نے ہر شخص کو مساوات، عدل اور انصاف کا درس دیا ہے، کسی کو جمہوریت، مساوات اور حریت سے خوف زدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے جبکہ وہ دیانت کے اعلیٰ ترین معیار پر مبنی ہو اور اس کی بنیاد ہر شخص کے لیے انصاف اور عدل پر رکھی گئی ہو۔

ہمیں اسے (پاکستان کا آئندہ دستور) بنا لینے دیجئے۔ ہم اسے بنائیں گے اور ہم اسے ساری دنیا کو دکھائیں گے۔

صوبائی عصبیت کے بارے میں گورنر جنرل پاکستان نے فرمایا کہ ''یہ ایک بیماری ہے اور ایک لعنت ہے انہوں نے فرمایا'' میں چاہتا ہوں کہ مسلمان صوبائی عصبیت کی بیماری سے چھٹکارا پالیں۔ ایک قوم جب تک کہ وہ ایک صف میں نہ چلے' کبھی ترقی نہیں کرسکتی۔ ہم سب پاکستانی اور اس مملکت کے شہری ہیں اور ہمیں مملکت کیلئے خدمات ایثار اور زندگی کا نذرانہ پیش کرنا چاہیے کہ ہم اسے دنیا کی عالیشان اور خودمختار مملکت بنا سکیں۔''

قائداعظمؒ نے اس عظیم اور تاریخی موقع پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا'' میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے خوش آمدید کہا۔ میں اس بار ایسوسی ایشن سے کافی عرصہ سے واقف ہوں۔ آج ہم یہاں تھوڑی سی تعداد میں اس عظیم شخصیت ﷺ کے حضور خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لیے جمع ہوئے ہیں جن کے لیے نہ صرف لاکھوں دل احترام سے لبریز ہیں بلکہ جو دنیا کے عظیم ترین لوگوں کی نظر میں بھی محترم ہیں۔ میں ایک حقیر آدمی' اس عظیم المرتبت شخصیت کو کیا خراجِ عقیدت پیش کرسکتا ہوں۔

رسول اکرم ﷺ ایک عظیم رہبر تھے۔ آپ ﷺ ایک عظیم قانون عطا کرنے والے تھے۔ آپ ﷺ ایک عظیم مدبر تھے۔ آپ ﷺ ایک عظیم فرمانروا تھے جنہوں نے حکمرانی کی' جب ہم اسلام کی بات کرتے ہیں تو بلاشبہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اس بات کو بالکل نہیں سراہتے۔

اسلام نہ صرف رسم و رواج' روایات اور روحانی نظریات کا مجموعہ ہے' بلکہ اسلام ہر مسلمان کے لیے ایک ضابطہ بھی ہے جو اس کی حیات اور اس کے رویہ بلکہ اس کی سیاست و اقتصادیات وغیرہ پر محیط ہے۔ یہ وقار' دیانت' انصاف اور سب کے لیے عدل کے اعلیٰ ترین اصولوں پر مبنی ہے۔ ایک خدا اور خدا کی توحید' اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے ایک ہے۔ اسلام میں ایک آدمی اور دوسرے آدمی میں کوئی فرق نہیں۔ مساوات' آزادی اور

یگانگت، اسلام کے بنیادی اصول ہیں۔

گورنر جنرل پاکستان نے فرمایا: ''اس زمانہ کے مطابق رسول اللہ ﷺ کی زندگی سادہ تھی۔ تاجر کی حیثیت سے لے کر فرمانروا کی حیثیت تک آپ ﷺ نے جس چیز میں بھی ہاتھ ڈالا کامیابی نے آپ ﷺ کے قدم چومے۔ رسول اکرم ﷺ عظیم ترین انسان تھے جن کا چشمِ عالم نے کبھی آپ ﷺ سے پہلے نظارہ نہیں کیا۔ تیرہ سو سال گزرے کہ آپ نے جمہوریت کی بنیاد ڈالی۔''[75]

☆☆☆

حوالہ جات

1- قائداعظم محمد علی جناح: کرونالوجی (انگریزی)' مرتبہ ڈاکٹر محمد علی صدیقی' قائداعظمؒ اکیڈمی کراچی 1996ء صفحہ نمبر 3۔

2- محمد علی جناحؒ: ایک سیاسی تجزیہ (انگریزی)' مؤلفہ مطلوب الحسن سید' شیخ محمد اشرف لاہور' 1991ء صفحات 40, 39۔

3- اسلام اور قائداعظمؒ مؤلفہ محمد حنیف شاہد' مکتبہ زریں لاہور' 1976ء، صفحہ 149۔

4- پاکستان کا بانی: محمد علی جناحؒ مؤلفہ ہیکٹر بولائتھو ترجمہ زہیر صدیقی' مرکزی اردو بورڈ لاہور' 1981ء' صفحہ 83۔

5- قائداعظم محمد علی جناحؒ: کرونالوجی (Chronology)' مرتبہ محمد علی صدیقی' قائداعظمؒ اکیڈمی کراچی' 1996 صفحات 4,5۔

6- حوالہ مذکور' صفحہ 6۔

7- حوالہ مذکور' صفحہ 20۔

8- وہ رہبر ہمارا وہ قائد ہمارا' ترتیب ناصر زیدی و محمود الرحمان۔ نیشنل بک فاؤنڈیشن' اسلام آباد 1976ء صفحہ 137۔

9- حوالہ مذکور' صفحہ 137۔

10- قائداعظم محمد علی جناح: کرونالوجی (انگریزی)' مرتبہ ڈاکٹر محمد علی صدیقی' قائداعظمؒ اکیڈمی کراچی 1996ء صفحہ نمبر 25۔

11- حوالہ مذکورہ' صفحہ 58۔

12- رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم، قائداعظمؒ کی نظر میں مؤلفہ محمد حنیف شاہد' ماہِ ادب لاہور' 2006ء صفحہ 9۔

13- اقبالؒ اور انجمنِ حمایت اسلام' مؤلفہ محمد حنیف شاہد' انجمن حمایت اسلام لاہور' 1976ء صفحہ 132۔

14- قائداعظمؒ: تقاریر و بیانات، جلد سوم، بزم اقبالؒ لاہور، 1998ء، صفحہ 314۔

15- قائداعظمؒ: تقاریر و بیانات، جلد دوم، بزم اقبالؒ لاہور، 1997ء، صفحہ 308۔

16- قائداعظمؒ: تقاریر و بیانات، جلد دوم، بزم اقبالؒ لاہور، 1997ء، صفحہ 322۔

17- محمد اقبالؒ، ڈاکٹر سر: کلیاتِ اقبال اردو: ضربِ کلیم: شکر و شکایت، صفحہ 35۔

18- قائداعظمؒ، مسلم لیگ اور تحریک مؤلفہ محمد حنیف شاہد، نشریات، 2006ء، صفحات 390، 391۔

19- رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم، قائداعظمؒ کی نظر میں مؤلفہ محمد حنیف شاہد، ماہِ ادب لاہور، 2006ء، صفحات 162,163۔

20- سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ترجمہ ''ہیروز اور ہیرو ورشپ'' از محمد اعظم خان، لیکچر دوم مؤلفہ تھامس کارلائل، کاروانِ ادب، کراچی، 1951ء، صفحہ 4۔

21- رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم، قائداعظمؒ کی نظر میں مؤلفہ محمد حنیف شاہد، ماہِ ادب لاہور، 2006ء، صفحات 161,163۔

22- **حضرت ابراہیم خلیل اللہ**

آپ اللہ کے برگزیدہ پیغمبر تھے۔ قرآنِ مجید فرقانِ حمید (سورۃ 6، آیت 74) کے مطابق آپ کے والد کا نام آزر تھا۔ بائیبل میں آپ کا شجرہ نسب ابراہم بن تارخ بن ناحور بن ساروخ بن ارغو بن فالغ بن عابر بن شالغ بن قینان بن ارفخشد بن سام بن نوح دیا گیا ہے۔ ثعلبی اور ابن اثیر نے بھی بائبل کا تتبع کیا ہے۔ عام روایات کے مطابق حضرت ابراہیمؑ 2300 قبل مسیح کے لگ بھگ عراق کے قدیم شہر اُر میں پیدا ہوئے۔ اس شہر کے لوگ بت پرست تھے۔ خود آپ کے والد نہ صرف بت پرست تھے بلکہ بُت گر اور بُت فروش بھی تھے۔ حضرت ابراہیم جوان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت عطا فرمائی اور آپ نے اپنے دین کی تبلیغ شروع کر دی۔ ایک دن جب کہ شہر کے لوگ کہیں باہر گئے ہوئے تھے تو آپ نے معبد میں جا کر سارے بت توڑ دیے۔ اس پر نمرود بادشاہ نے آپ کو بھڑکتے ہوئے الاؤ میں پھینکوا دیا، لیکن خدا کے حکم سے آگ ٹھنڈی ہو گئی اور آپ کا بال تک بیکا نہ ہوا۔ کچھ عرصے بعد حضرت ابراہیمؑ فلسطین ہجرت کر گئے اور اپنے دین کی تبلیغ کے لئے دو مقام منتخب کیے، ایک بیت المقدس اور دوسرا مکۃ المکرمہ۔ آپ کی دو بیویاں تھیں، ہاجرہ اور سائرہ۔ ہاجرہ کے بطن سے حضرت اسماعیلؑ تھے اور سائرہ سے حضرت اسحاقؑ۔

آپ نے حضرت اسماعیلؑ کی مدد سے خانہ کعبہ کو از سرِ نو تعمیر کیا۔ آپ غیبی اشاروں کی بنا پر اپنے بیٹے کو خدا کی راہ میں قربان کرنے کو تیار ہو گئے، مگر اللہ نے اسماعیلؑ کی بجائے دنبہ ذبح کروا دیا۔ عید الاضحیٰ اسی واقعے کی یادگار ہے۔ آنحضرت ﷺ حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں سے ہیں اور اسی نسبت سے مسلمان ملتِ ابراہیمیؑ کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ آپ نے 75 برس کی عمر میں وفات پائی۔

(اردو انسائیکلو پیڈیا' فیروز سنز' لاہور۔ مؤلف کے ترمیم و اضافے کے ساتھ۔ صفحہ نمبر 64)

23- حضرت اسماعیلؑ علیہ السلام

آپ اللہ کے نبی تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بڑے صاحبزادے۔ آپ حضرت ہاجرہ کے بطن سے پیدا ہوئے' ابھی بچے ہی تھے کہ حضرت ابراہیمؑ ان کو اور ان کی والدہ حضرت ہاجرہ کو اس بنجر اور ویران علاقے میں چھوڑ آئے جو اب مکہ معظمہ کے نام سے مشہور ہے اور عالمِ اسلام کا قبلہ ہے۔ ایک دن حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسماعیلؑ سے فرمایا کہ ''میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔ اب تم بتاؤ کہ تمہاری کیا رائے ہے؟'' حضرت اسماعیلؑ نے فرمایا کہ ''انشاء اللہ آپ مجھے ثابت قدم پائیں گے۔'' جب حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسماعیلؑ کو منہ کے بل ذبح کرنے کے لئے زمین پر لٹایا تو اللہ جل جلالہ کی طرف سے آواز آئی: ''اے ابراہیمؑ تو نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا۔ ہم احسان کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں، اور ہم نے اس کے لیے ذبحِ عظیم کا فدیہ دیا۔'' مفسرین کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مینڈھا آ گیا جسے حضرت ابراہیمؑ نے ذبح کیا۔ حضرت اسماعیلؑ کی اسی قربانی کی یاد میں ہر سال مسلمان بکروں' مینڈھوں' گائے اور اونٹ وغیرہ کی قربانی دیتے ہیں۔ حضرت اسمٰعیلؑ جوان ہوئے تو حضرت ابراہیمؑ نے ان کی مدد سے مکہ مکرمہ میں خانہ کعبہ کی بنیادیں اٹھائیں اور اس طرح دنیا میں ''اللہ کا پہلا گھر'' تیار ہوا۔

(اردو انسائیکلو پیڈیا' فیروز سنز' لاہور۔ مؤلف کے ترمیم و اضافے کے ساتھ۔ صفحہ نمبر 135)

24- بائبل (Bible)

بائبل یونانی لفظ ہے جس کے معنی کتب کے ہیں۔ عیسائیوں کی مقدس کتاب، جس میں عہد نامہ قدیم (عتیق) کی 39 کتب، عہد نامہ جدید کی 27 کتب اور اسفار محرفہ کی 14 متنازعہ فیہ کتب شامل

ہیں۔ یہودی صرف عہد نامہ قدیم کو بائبل کہتے ہیں۔ عہد نامہ قدیم زمانہ قبل از مسیح سے تعلق رکھتا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتب کے علاوہ دیگر انبیاء بنی اسرائیل کے صحائف پر مشتمل ہے۔
بائبل عبرانی زبان میں تھی۔ بعد ازاں اس کا یونانی، قبطی اور شامی زبانوں میں ترجمہ ہوا۔ انگریزی ترجمہ 1610ء میں جیمز اول کے عہد میں شائع ہوا، اسے 47 عیسائی علماء نے چھ سال کے عرصے میں مکمل کیا تھا۔ جرمن ترجمہ مشہور جرمن مذہبی رہنما اور پروٹسٹنٹ فرقے کے بانی مارٹن لوتھر نے کیا۔ بائبل کا اب تک ایک ہزار زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ بائبل دنیا کی سب سے زیادہ چھپنے والوں کتابوں میں سے ایک ہے۔
(اردو انسائیکلو پیڈیا 'فیروز سنز' لاہور۔ مؤلف کے ترمیم واضافے کے ساتھ۔ صفحہ نمبر 290)

25- توراۃ یا توریت

وہ آسمانی کتاب جو حضرت موسیٰ پر نازل ہوئی تھی اور جس کا قرآنِ پاک میں جگہ جگہ ذکر آتا ہے۔ نص قرآنی یہ ہے کہ یہودیوں نے اس میں حسب ضرورت ترمیم کرلی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گو اس میں تقریباً وہی قصص اور احکام پائے جاتے ہیں جو قرآنِ شریف میں ہیں لیکن عقائد اور مسائل میں زمین وآسمان کا فرق پایا جاتا ہے اور وہ تمام باتیں جو اسلام کو سچا مذہب ثابت کرتی ہیں اس میں سے نکال دی گئی ہیں۔ اس لیے جب حضور ﷺ سے توراۃ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''کتابوں کو نہ سچ کہو نہ غلط بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ہم اللہ اور اس کی کتابوں پر ایمان لائے۔'' آنحضرتؐ کے زمانے میں یہودی توریت کے مضامین کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنِ شریف میں ان کو اس پر مطعون کیا گیا ہے کہ وہ بعض باتیں ظاہر کرتے ہیں اور بعض کو چھپا لیتے ہیں۔ مؤخر الذکر باتوں میں حضور ﷺ کے سچے پیغمبر ہونے کی بھی شہادت ہے۔ یہود سے یہ بھی کہا گیا کہ اگر سچے ہو تو تورات لاؤ اور سب کے سامنے سناؤ۔
(اردو انسائیکلو پیڈیا 'فیروز سنز' لاہور۔ مؤلف کے ترمیم واضافے کے ساتھ۔ صفحہ 487)

26- قیدار

مکہ مکرمہ میں آبادی جس کا آغاز حضرت اسماعیلؑ سے ہوا۔ آپؑ نے 137 سال کی عمر پائی۔ آپ کے بعد آپ کے دو صاحبزدگان نابت پھر قیدار یا قیدار پھر نابت یکے بعد دیگرے مکہ مکرمہ کے والی ہوئے۔ ان کے بعد ان کے نانا مضاض بن عمرو جرہمی نے زمامِ کار اپنے ہاتھ میں لے لی۔

اور اس طرح مکہ مکرمہ کی سربراہی بنُو جرہم کی طرف منتقل ہوگئی۔ چنانچہ قیدار حضرت اسماعیلؑ کے صاحبزادے تھے۔ آپ کی اولاد عرب کے صوبہ حجاز میں آباد ہوئی۔ اہلِ عرب قیدار کی اولاد ہیں۔

(رحیق المختوم مؤلفہ صفی الرحمٰن مبارکپوری' مکتبہ سلفیہ لاہور۔ 2001ء صفحہ 48)

27- **بنو عدنان**

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل سے' ایک شخص سر زمینِ عرب میں عدنان نامی ہو گزرا ہے۔ جس کی اولاد عدنانی کہلاتی ہے۔ عدنان کے دو لڑکے تھے۔ عک اور معد مگر آئندہ نسل صرف معد کے لڑکے نزاد سے پھیلی۔ اس سے پانچ مشہور قبیلے نکلے، جن کو تاریخِ عرب میں بہت اہمیت حاصل ہوئی: انماز، ایار، ربیعہ، قضاعہ اور مضر۔ ان میں سے انماز اور ایار بہت کم پھیلے البتہ ربیعہ' قضاعہ اور مضر نے کثرتِ تعداد، دنیاوی اعزاز اور تاریخی اہمیت کے لحاظ سے بہت شہرت حاصل کی۔ ربیعہ بن نزار کی متعدد اولادیں ہوئیں جن سے بڑے بڑے قبائل منصہ شہود پر آئے۔ جنہوں نے دنیاوی اعزاز حاصل کیا اور حکومتیں قائم کیں۔ ان کے مشہور قبائل یہ ہیں: بنو جدیلہ، نہیب ابن افضی (خاندان صہیبؓ) بنو وائل، بنو عجل، بنو قیس، بنو تغلب، بنو تمیم وغیرہ پھر ان سے بھی بہت سے قبائل اور بطون شاخ در شاخ ہو کر نکلے۔ ان سب قبائل کو بنو عدنان کہتے ہیں۔

(اردو انسائیکلوپیڈیا' فیروز سنز' لاہور۔ مؤلف کے ترمیم و اضافے کے ساتھ۔ صفحہ نمبر 997)

28- **خانہ کعبہ**

مسجد الحرام (مکہ مکرمہ) کے وسط میں چوکور عمارت۔ اسلام سے قبل بھی خانہ کعبہ کو بڑی عزت حاصل تھی۔ یہاں اکثر میلے لگتے تھے اور عرب ہر سال حج کے لیے آیا کرتے تھے، لیکن اس وقت خانہ کعبہ کے اندر تقریباً 360 بت رکھے ہوئے تھے اور ہر قبیلے کا الگ الگ بت تھا۔

8ھ/ 630ء میں رسول اللہ ﷺ نے دس ہزار مسلمانوں کی معیت میں مکہ مکرمہ فتح کیا تو خانہ کعبہ کے اندر جتنے بت تھے' سب کو توڑ پھوڑ کر باہر پھینک دیا۔ مسلمانوں کے نزدیک اس کی عظمت اس لیے ہے کہ قرآن کریم کے مطابق اس کی تعمیر حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ نے کی۔ اسلامی روایات کے مطابق دنیا میں خدا کا یہ پہلا گھر ہے۔ مسلمان اسی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں اور حج کے موقع پر دیگر مناسک کے علاوہ اس کے گرد سات چکر لگاتے ہیں۔ حجرِ اسود کو

بوسہ دینا بھی اہم شرط ہے۔
خانہ کعبہ کی تعمیر کے سلسلے میں بہت سی روایات ہیں، مثلاً ایک روایت کے مطابق اسے فرشتوں نے سب سے پہلے تعمیر کیا۔ اس کے بعد حضرت آدمؑ نے خانہ کعبہ تعمیر کیا۔ ان کے بعد اُن کے بیٹے شیثؑ نے تعمیر کیا۔ حضرت جبرائیلؑ جنت سے حجرِ اسود (سیاہ پتھر) لائے، جسے خانہ کعبہ میں نصب کیا گیا مگر طوفان نوح میں یہ عمارت سیلاب کی نذر ہوگئی اور یہاں فقط ایک ٹیلا رہ گیا۔
قرآن مجید کے مطابق اس عمارت کو حضرت ابراہیمؑ اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیلؑ نے خدا کے حکم سے تعمیر کیا اور آمدورفت کے لیے ایک دروازہ مشرق اور ایک مغرب میں بنایا۔ چونکہ یہ جگہ نشیب میں ہے اس لیے اکثر اوقات سیلاب سے اس عمارت کو نقصان پہنچتا رہا۔ تیسری بار اس عمارت کو قبیلہ بنی جرہم نے بنایا جو حضرت اسماعیلؑ کے سسرال سے تھے۔ چوتھی بار مصر و شام کے بادشاہ عمالقہ نے اُسے تعمیر کیا۔ پانچویں مرتبہ 606ء میں اس عمارت کو نقصان پہنچا تو قریش نے حضرت ابراہیمؑ کی بنیادوں پر از سرِ نو اس کی تعمیر کی، لیکن سرمائے کی کمی کے باعث شمال کی جانب اندازاً چھ گز جگہ چھوڑ دینی پڑی۔
64ھ/(683ء) میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی اور چھوڑی ہوئی جگہ کو عمارت میں لے لیا۔ 693ء میں جب حجاج ابن یوسف ثقفی نے مکہ مکرمہ پر حملہ کیا تو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ خانہ کعبہ میں مقیم تھے۔ حجاج نے خانہ کعبہ پر منجنیقوں سے پتھر برسائے اور پھر آگ لگا دی جس سے خانہ کعبہ کی دیواریں پھٹ گئیں اور حجرِ اسود کے تین ٹکڑے ہو گئے۔
گیارھویں صدی ہجری میں سیلاب سے پھر اس عمارت کو نقصان پہنچا تو ترک سلطان مراد نے 1014ء میں اس کو قریش والی بنیادوں پر تعمیر کیا۔ 1981ء کے آخر میں چند شر پسندوں نے کعبۃ اللہ پر قبضہ کرلیا، تاہم اسے جلد ہی سعودی سیکورٹی فورسز نے واگزار کرالیا۔
چونکہ اس کی شکل مکعب کی سی ہے اس لیے کعبہ کہلاتا ہے۔ اس کی شمالی دیوار میں ایک دروازہ ہے۔ پچھلی دیوار چالیس فٹ اونچی ہے۔ باقی دو دیواریں 35 فٹ اونچی ہیں۔ کعبہ اور اردگرد کے بھورے رنگ کے پتھروں کا بنا ہوا ہے۔ شمالی رُکن کو رکنِ عراقی، مغربی کو رُکنِ شامی، جنوبی کو رُکنِ یمانی اور مشرقی کو رُکنِ اسود کہتے ہیں۔ چاروں دیواریں غلافِ کعبہ سے ڈھکی رہتی ہیں۔ یہ غلاف ہر سال مصر سے آتا تھا۔ 1964ء میں پاکستان سے گیا۔ 25 یا 28 ذی القعدہ کو پرانا

غلاف اتار دیا جاتا ہے اور ایک سفید احرام اس پر ڈال دیا جاتا ہے۔ حج کے ختم ہو جانے پر نیا غلاف ڈال دیا جاتا ہے اور احرام اتار لیا جاتا ہے۔ پرانے غلاف کے ٹکڑے محافظ بنو شیبہ بیچ دیتے ہیں۔ جنہیں لوگ بطور تبرک لے جاتے ہیں۔

(اردو انسائیکلوپیڈیا' فیروز سنز' لاہور۔ مؤلف کے ترمیم واضافے کے ساتھ۔ صفحہ نمبر 1139)

29- حضرت عیسیٰ علیہ السلام

آپ اللہ کے رسول اور مسیحی مذہب کے بانی ہیں۔ آپ کا عبرانی نام یسوع، معنی سردار ہے۔ عیسیٰ اسی کا معرب ہے۔ یونانی جیسز (Jesus) مسیح (نجات دہندہ لقب، یونانی لفظ کرائسٹ (Christ) مسیح کا مترادف ہے۔ آپ کی زندگی کی کچھ جھلکیاں آپ کے چار حواریوں کی کتابوں (Gospels) متی، مرقس، لوقا اور یوحنا میں ملتی ہیں، مزید تفصیلات قدیم غیر مسیحی مثلاً یہودی مؤرخ جوزیفس فلیویئس (Jose Phus Flavivs) اور رومی مؤرخین فین تے سی تس، پلینی اور سوئے تونیس کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ اُن کے مطابق آپ جودیا (جنوبی فلسطین) میں بیت اللحم کے مقام پر کنواری مریم کے بطن سے پیدا ہوئے۔ حضرت مریم حضرت داوٗدؑ کے خاندان کے ایک فرد یوسف سے منسوب تھیں۔ (بعض روایات کے مطابق یوسف بڑھئی تھے۔ حضرت مریم کا ان سے نکاح ہو گیا تھا مگر رخصتی عمل میں نہ آئی تھی)۔ آپ خدا کے حکم سے حاملہ ہوئیں، اسی لیے مسیحی حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔ (مسلمان اس عقیدے کے قائل نہیں)۔ قرآن کریم میں ہے "اے اہلِ کتاب مبالغہ نہ کرو اپنے دین میں اور نہ کہو اللہ کی نسبت سوائے حق بات کے۔ بیشک مسیح عیسیٰؑ بن مریم تو اللہ کے رسول اور اس کا کلام ہے جس کو ڈالا اس نے مریم کی طرف اور ایک روح ہے اس کی طرف سے۔ (سورۃ النساء آیت 171)

پیدائش کے بعد آپ سے متعدد معجزات (مثلاً گہوارے میں باتیں کرنا وغیرہ) کا ظہور ہوا۔ لوگوں کی طعن و تشنیع کے ڈر سے حضرت مریم آپ کو لے کر گلیلی کے ایک قصبے نزارت (ناصرہ) چلی گئیں اور وہیں آپ نے پرورش پائی۔ تیس سال کی عمر میں آپ پر انجیل نازل ہوئی۔ آپ تقریباً دو تین سال، اپنے بارہ حواریوں (شاگردوں) کے ہمراہ فلسطین کے قریے قریے میں گھومتے پھرے اور یہودیوں کو دینِ حق کی طرف بلاتے رہے۔ ہزاروں غریب اور مظلوم لوگ جو یہودی سرمایہ داروں' مذہبی پیشواؤں اور رومی حاکموں (فلسطین سلطنت روما کی

زیرنگیں تھا) جبر و استبداد کی چکی میں پس رہے تھے، آپ کے گرد اکٹھے ہو گئے۔ انہیں آپ کی ذات میں وہ مسیحا نظر آیا جس کی بشارت تورات میں دی گئی تھی۔

''یہودیوں کے اونچے طبقے اور مذہبی پیشواؤں کو آپ کے روپ میں اپنی موت نظر آئی۔ انہوں نے آپ پر اپنی مذہبی عدالت میں کفر کا مقدمہ چلایا' اور چونکہ اس عدالت کو سزائے موت دینے کا اختیار نہ تھا اس لیے رومی گورنر' پونتیس پائلیت کے کان بھرے گئے کہ یسوع فلسطین کا بادشاہ بننا چاہتا ہے اور وہ رومی سلطنت کا باغی ہے۔ رومی گورنر آپ کو قاتر العقل سمجھتا تھا، لیکن اس نے یہودی امرأ کے زور دینے پر آپ کو، بادل ناخواستہ سزائے موت کا حکم سنا دیا۔ جب آپ کو صلیب پر لٹکا کر ہاتھ پیروں میں میخیں ٹھوکیں گئیں تو آپ نے فرمایا: ''اے باپ! انہیں معاف کر دے۔ یہ نہیں جانتے کہ کیا کر رہے ہیں۔''

شام کو ایک شخص آیا اور اُس نے، حکومت سے اجازت لے کر، آپ کی لاش کو ایک پہاڑی غار کے اندر رکھ کر اس کے منہ کو پتھر کی سل سے بند کر دیا۔ تیسرے دن چند عورتیں آپ کے مرقد پر پہنچیں تو غار کی سل ہٹی ہوئی تھی اور لاش غائب تھی۔ اچانک غیب سے ندا آئی کہ یسوع مسیحؑ جی اٹھے ہیں۔ اس کے بعد آپ چالیس روز تک فلسطین میں رہے اور کئی لوگوں نے آپ کو دیکھا پھر آسمان پر اٹھا لیے گئے، لیکن قرآن کریم میں ہے کہ نہ آپ قتل کیے گئے اور نہ سولی پر چڑھائے گئے۔ دشمنوں نے آپ کے دھوکے میں کسی دوسرے شخص کو مصلوب کر دیا، اور آپ کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا گیا۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ قیامت کے قریب آپ دوبارہ اس دنیا میں آئیں گے۔ اسلام کا اتباع کریں گے اور چالیس سال زندہ رہنے کے بعد فوت ہوں گے۔

(اردو انسائیکلو پیڈیا' فیروز سنز' لاہور۔ مؤلف کے ترمیم و اضافے کے ساتھ۔ صفحہ نمبر 1023)

30- **حضرت مریم علیہ السلام**

آپ حضرت یسوع مسیحؑ کی والدہ محترمہ تھیں۔ قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر آپ کا ذکر آیا ہے۔ آپ کے والد کا نام عمران اور والدہ کا نام حنہ تھا۔ آپ کی زندگی کے حالات زندگی صرف اس قدر معلوم ہیں جو سینٹ لوقا کی انجیل میں مرقوم ہیں۔ عام روایات کے مطابق آپ واقعہ صلیب کے بعد سینٹ یوحنا کی معیت میں مقام القبیز میں مقیم تھیں اور وہیں وفات پائی۔ 1854ء میں کیتھولک چرچ نے آپ کو (حاملہ ہونے کے وقت سے) معصوم قرار دیا اور 1950ء

میں آپ کے استقبال (در بہشت) کا اعلان کیا گیا (یعنی وفات کے بعد آپ' جسمانی طور پر' آسمان پر اٹھائی گئیں) کیتھولک فرقہ آپ کو شفیع بھی مانتا ہے۔ پروٹسٹنٹ آپ کی شفاعت کا تو قائل نہیں البتہ اس امر پر متفق ہے کہ آپ امویت' پاکیزگی اور زہد و اتقا کی تابندہ مثال ہیں۔
قرآن مجید کا ارشاد و لَا تَقُوْلُوا ثَلٰثَةٌ ''اور نہ کہو کہ ''تین'' ہیں بجا طور پر درست ہے۔ عیسائیوں کے ہاں یہی ''عقیدہ تثلیث'' ہے (سورۃ النساء:4: آیت 171 مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو سورۃ المائدہ 5: آیت 75)

(اردو انسائیکلوپیڈیا' فیروز سنز' لاہور۔ مؤلف کے ترمیم و اضافے کے ساتھ۔ صفحہ نمبر 1313)

31- یہ دو اشعار ''مسدسِ حالی'' سے منقول ہیں۔ شمس العلماء مولانا الطاف حسین حالی (1837ء تا 1914ء) اعلیٰ پائے کے شاعر' ادیب اور نقاد تھے۔ آپ نے سر سید احمد خاں کی تحریک پر ''مسدسِ حالی'' تحریر کی۔ مولانا حالی ان بزرگوں میں سے ہیں جنہوں نے جدید شاعری کی بنیاد رکھی۔ آپ کی تصانیف میں مسدس' مدو جزر اسلام' مقدمہ شعر و شاعری' اور یادگار غالب قابلِ ذکر ہیں۔

32- مکہ معظمہ

سعودی عرب کا مشہور و معروف شہر' جہاں نبی آخر الزماں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ یہیں خانہ کعبہ ہے جہاں ہر سال دنیائے اسلام کے لاکھوں مسلمان فریضۂ حج ادا کرتے ہیں۔ مکہ مکرمہ جنوبی حجاز کی نشیبی سرزمین میں واقع ہے۔ بحیرۂ قلزم کی بندرگاہ جدہ اور مکہ کو ایک پختہ سڑک ملاتی ہے۔ مکہ مکرمہ کی وادی' بنجر زمین سنگلاخ اور خشک پہاڑوں پر مشتمل ہے۔ قرآن کریم نے صحیح طور پر اسے وادی غیر ذی زرع کہا ہے۔ تاریخی واقعات کے مطابق حضرت ابراہیمؑ اپنی بیوی ہاجرہؓ اور اپنے معصوم بچے اسماعیلؑ کو خدا کے حکم سے اس وادی (غیر ذی زرع) میں چھوڑ آئے۔ حضرت ہاجرہؓ پانی کی تلاش میں صفا اور مروہ کے درمیان دوڑیں لیکن باوجود کوشش کے پانی نہ ملا۔ مایوس ہو کر لوٹیں تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئیں کہ جہاں ننھا اسماعیل پیاس کے مارے ایڑیاں رگڑ رہا تھا وہاں ایک چشمہ پیدا ہو گیا ہے۔ حاجی بطور تبرک اس پانی کو پیتے ہیں اور اپنے گھروں کو لاتے ہیں۔ امتدادِ زمانہ سے یہ کنواں بند ہو گیا تھا۔ آخر بڑی مدت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِ امجد جناب عبدالمطلب نے اس کنویں کو کھود نکالا۔ جب پانی نکل

آیا تو اُدھر سے قبیلہ بنو جرہم کا گزر ہوا۔ پانی دیکھ کو انہوں نے یہیں ڈیرے ڈال دیے اس طرح مکہ مکرمہ کی بنیاد پڑی۔ اسی قبیلے میں حضرت اسماعیلؑ نے شادی کی اور اپنے باپ حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ مل کر خانۂ کعبہ کی تعمیر کی اور یہی لوگ خانۂ کعبہ کے متولی رہے۔ حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں سے فہد بن مالک نے قریش کا لقب اختیار کر کے خاندانِ قریش کی بنیاد ڈالی۔ کچھ مدت بعد یمن سے آئے ہوئے ایک قبیلہ بنوخزاعہ نے مکہ مکرمہ پر اپنا اقتدار و تسلط قائم کر لیا لیکن قریش کے ایک باہمت سردار قصی بن کلاب نے بنوخزاعہ کو مکہ مکرمہ سے نکال کر شہر پر قبضہ کر لیا۔ رسول اللہ ﷺ اسی قبیلہ قریش کے خاندان بنو ہاشم میں پیدا ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کی ولادت سے کچھ عرصہ پیشتر 570ء میں یمن کے عیسائی حاکم ابرہہ نے مکے پر حملہ کیا۔ اس کے ساتھ جنگی ہاتھی بھی تھے مگر قرآن کریم کے مطابق ابابیلوں کے غول نے کنکریاں مار مار کر ابرہہ کی فوج کو ہلاک کر دیا۔ خانۂ کعبہ کے باعث زمانۂ قدیم سے مکہ مکرمہ کی عظمت عربوں میں مسلّم تھی۔ یہ لوگ بت پرست تھے۔ خانہ کعبہ میں بت رکھے ہوئے تھے، لیکن پھر بھی اس مقدس مقام کا بہت احترام تھا۔ یہاں خونریزی اور دنگا فساد کی ممانعت تھی۔ لوگ اس وقت بھی ہر سال حج کے لیے آتے تھے۔ مکہ مکرمہ کا پرانا نام بکہ تھا قرآن کریم میں یہی نام آیا ہے۔ وسط شہر کو بطحا کہتے ہیں۔ اس کو امُ القریٰ بھی کہتے ہیں۔ 8ھ/629 تک یہ شہر کفر و بت پرستی کا مرکز رہا۔ آخر 20 رمضان 8ھ مطابق 12 جنوری 630ء کو رسول اکرم ﷺ نے اس شہر کو فتح کر کے اس کو بتوں سے پاک کر دیا۔

یزید اول کے عہد میں جب عبداللہ بن زبیرؓ نے مکہ مکرمہ میں اپنی خلافت کا اعلان کیا تو اموی افواج نے شہر کا محاصرہ کر لیا اور جنگ کے دوران کعبے کو آگ لگ گئی۔ آخر حجاج بن یوسف نے بغاوت کو سختی سے کچل دیا اور خانہ کعبہ کی از سرِ نو تعمیر کی۔ عباسیوں کے دورِ زوال میں مکہ مکرمہ میں طوائف الملوکی کا آغاز ہوا اور قرامطہ نے شہر والوں پر بڑے مظالم ڈھائے اور جب مصر میں فاطمیوں اور بغداد میں بویہ خاندانوں کو عروج ہوا تو مکہ میں علویوں کا زور بڑھ گیا، چنانچہ 967ء میں جعفر موسوی مکہ کا حاکم (شریف) بن گیا مگر موسوی خاندان کے شریف کبھی بغداد کی اطاعت کا دم بھرتے، کبھی صلاح الدین ایوبی اور اس کے جانشینوں کا اور کبھی مصری خلفاء کا البتہ زوال بغداد کے بعد 1250ء سے 1517ء تک مکہ مکرمہ مصر کے ماتحت رہا اور جب 1517ء میں سلطان

سلیم نے مصر فتح کر لیا تو مکہ مکرمہ عثمانی ترکوں کے ماتحت ہو گیا اور 1916ء تک ترکوں کے زیرِ تسلط رہا۔ مکہ مکرمہ کا آخری شریف حسین 1908ء میں مقرر ہوا مگر انگریزوں کے اشارے پر اس نے 1914ء میں حجاز کا آزاد بادشاہ ہونے کا اعلان کر دیا۔ اسی زمانے میں عرب میں وہابی تحریک کو فروغ ہوا اور 1924ء میں سلطان ابنِ سعود نے مکہ مکرمہ فتح کر لیا۔ شریف حسین قبرص بھاگ گیا۔ اس کی آبادی (2000ء) 8,50,000 ہے۔

(اردو انسائیکلو پیڈیا' فیروز سنز' لاہور۔ مؤلف کے ترمیم واضافے کے ساتھ۔ صفحہ نمبر 1346)

33- حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب (وفات 570ء)

آپ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد تھے اور عبدالمطلب کے دس یا بارہ فرزندوں میں سے ایک تھے۔ جوان ہوئے تو قبیلہ زہرہ کی ایک ممتاز خاتون آمنہ بنت وہب سے آپ کی شادی ہوئی۔ شادی کے وقت حضرت عبداللہ کی عمر 17 برس سے کچھ زیادہ تھی۔ عرب میں دستور تھا کہ شادی کے فوراً بعد دولہا تین دن تک سسرال رہتا تھا۔ عبداللہ بھی تین دن رہے پھر گھر چلے آئے۔ چند دن گزار کر تجارت کی غرض سے شام چلے گئے۔ واپسی پر مدینہ منورہ میں قیام کے بعد بیمار پڑ گئے۔ عبدالمطلب نے خبر ملنے پر اپنے بڑے بیٹے حارث کو بھیجا۔ حارث جب مدینہ منورہ پہنچے تو اس وقت تک عبداللہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ عبداللہ کی موت کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت ہوئی تو آپ نے ترکے میں اونٹ' بکریاں اور ایک کنیز چھوڑی تھی جس کا نام اُم ایمن تھا۔ یہ ساری چیزیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت میں آئیں۔

(اردو انسائیکلو پیڈیا' فیروز سنز' لاہور۔ مؤلف کے ترمیم واضافے کے ساتھ۔ صفحہ نمبر 986)

34۔ حضرت آمنہؓ

حضرت آمنہؓ (متوفی 577ء) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ تھیں۔ آپ خاندان قریش سے تھیں۔ آپ کے والد وہب یثرب میں جا کر آباد ہو گئے تھے۔ عبدالمطلب نے اپنے بیٹے عبداللہ کی آپ سے شادی کر دی جب عبداللہ شام کے سفر سے واپس آ رہے تھے تو یثرب میں ان کا انتقال ہو گیا۔ کچھ عرصے بعد رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ آپ چھ سال کے تھے کہ حضرت آمنہؓ آپ کو لے کر یثرب گئیں اور واپسی پر مقام ابواء پر ان کا انتقال ہو گیا اور آپ وہیں دفن ہوئیں۔

(اردو انسائیکلو پیڈیا' فیروز سنز' لاہور۔ مؤلف کے ترمیم واضافے کے ساتھ۔ صفحہ نمبر 56)

35- حضرت عبدالمطلب بن ہاشم

حضرت عبدالمطلب بن ہاشم، حضور نبی کریم ﷺ کے دادا اور قبیلۂ قریش کے سردار تھے۔ حضور اکرم ﷺ کے والد ماجد حضرت عبداللہ کا انتقال آپ ﷺ کی ولادت سے پہلے ہوگیا تھا تو آپ کے والد ماجد کی عدم موجودگی میں حضرت عبدالمطلب نے آپ ﷺ کی کفالت کے فرائض انجام دیئے۔ نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک ابھی 8 سال تھی کہ حضرت عبدالمطلب بھی اللہ کو پیارے ہوگئے۔ ان کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے آبِ زم زم کا کنواں جو ایک مدت سے منہدم ہو چکا تھا، اسے کھود کر نکالا اور سخت مخالفت کے باوجود اس پر قبضہ کرلیا۔ حج کے مبارک موقعہ پر حاجیوں کو پانی مہیا کرنے کا کام آپ ہی کے ذمہ تھا۔ یمن کے عیسائی حاکم ابرہہ نے آپ کے زمانے میں مکہ مکرمہ پر چڑھائی کی لیکن عذابِ الٰہی سے اس کا لشکر تباہ و برباد ہوگیا۔ قرآن کریم کی سورۃ الفیل میں اسی واقعہ کی تفصیل پیش کی گئی ہے جس کا قائداعظمؒ نے اپنی تقریر سیرت میں خصوصی ذکر فرمایا ہے۔

36- ابوطالب بن عبدالمطلب (3ق ھ/619)

آپ رسول اکرم ﷺ کے چچا اور حضرت علیؓ کے والد تھے۔ آپ کا نام عبد مناف، اور کنیت ابو طالب تھی۔ رسول اللہ ﷺ اپنی والدہ حضرت آمنہؓ اور دادا عبدالمطلب کی وفات کے بعد آپ کے زیرِ کفالت رہے۔ آپ نے ایک بار شام اور بصرے کا تجارتی سفر کیا تو آنحضرت ﷺ کو بھی ہمراہ لے گئے۔ اس وقت حضور ﷺ کی عمر بارہ برس کے لگ بھگ تھی۔ بحیرا راحب کا مشہور واقعہ اسی سفر میں پیش آیا تھا۔ اعلانِ نبوت کے بعد آپ نے اسلام قبول نہ کیا لیکن حضور ﷺ کا ساتھ نہ چھوڑا۔ آپ کی تقلید میں تمام ہاشمی سوائے ابولہب کے حضور ﷺ کی پشت پناہ بنے رہے اور حضور اکرم ﷺ کی خاطر بڑی سختیاں جھیلیں۔

(اردو انسائیکلوپیڈیا، فیروز سنز، لاہور۔ مؤلف کے ترمیم و اضافے کے ساتھ۔ صفحہ نمبر 78)

37- شام

جنوب مغربی ایشیا، کا ایک اسلامی ملک۔ سرکاری نام الجمہوریۃ العربی السوریہ ہے، اس کے شمال میں ترکی، مشرق میں عراق، جنوب میں اُردن اور جنوب مغرب میں اسرائیل اور لبنان، فلسطین اور مغرب میں بحیرۂ روم ہے۔ شام کا رقبہ 71,498 مربع میل۔ (185,180 مربع کلومیٹر)

اور آبادی (2001ء) 1,66,00,000۔ شام کا دارالحکومت اور سب سے بڑا شہر: دمشق۔ دیگر اہم شہر حمص، حلب (الپور)، حما اور لتاکیا (بندرگاہ)۔ اکثریت کی زبان عربی ہے، اور اسے سرکاری زبان کا درجہ حاصل ہے۔ اقلیتیں کردی، آرمینی اور ترکی بولتی ہیں۔ شام میں 87 فیصد مسلمان، 13 فیصد مسیحی ہیں۔ شام کا سکہ شاہی پونڈ کہلاتا ہے۔

(اردو انسائیکلو پیڈیا فیروز سنز لاہور۔ مؤلف کے ترمیم واضافے کے ساتھ۔ صفحہ نمبر 894)

38- قریش

عرب کا ایک معزز اور ممتاز خاندان، جس میں رحمت العالمین اور خاتم النبین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے۔ سب سے پہلے جس شخص نے اس خاندان کو قریش کے لقب سے ملقب کیا وہ نضر بن کنانہ تھا۔ بعض محققین کے نزدیک قریش کا لقب سب سے پہلے فہر کو ملا۔ خانہ کعبہ کی تولیت اسی خاندان کے پاس تھی۔

قریش کے لوگ حضور ﷺ کے سخت مخالف تھے، انہی لوگوں میں ابوجہل اور ابوسفیان سخت مخالفین اسلام تھے۔ فتح مکہ مکرمہ پر قریش بحیثیت مجموعی ایمان لے آئے اور اشاعتِ اسلام کے علمبردار ثابت ہوئے۔

(اردو انسائیکلو پیڈیا فیروز سنز لاہور۔ مؤلف کے ترمیم واضافے کے ساتھ۔ صفحہ نمبر 1088)

39- حربِ فجار (حلف الفضول)

زمانۂ جاہلیت کی لڑائی جو 15ھ عام الفیل میں قریش اور بنی قیس کے درمیان ہوئی۔ یہ جنگ ان دنوں میں ہوئی جن میں لڑنا منع ہے اس لیے اسے حربِ فجار کہتے ہیں۔

اس جنگ میں آنحضرت ﷺ بھی شریک ہوئے، اگرچہ قریش سچائی پر تھے، مگر آپ ﷺ نے کشت وخون میں حصہ نہیں لیا، صرف دشمن کے پھینکے ہوئے تیر اُٹھا اُٹھا کر اپنے چچاؤں کو دیتے رہے۔ اس لڑائی میں پہلے بنی قیس اور پھر قریش غالب آئے، چنانچہ یہ جنگ صلح پر منتج ہوئی۔ جنگ کے بعد آنحضور ﷺ کے چچا حضرت زبیر بن عبدالمطلب کی تجویز اور تحریک پر آپس میں یہ معاہدہ کیا گیا کہ ملک میں ہر طرح سے امن قائم رکھا جائے گا اور مسافروں، غریبوں اور مظلوموں کی خواہ وہ کسی قبیلے کے ہوں، مدد کی جائے گی۔ رسول پاک ﷺ عہد رسالت میں بھی، اس معاہدے پر فخر فرماتے تھے اور کہتے تھے کہ اس قسم کے معاہدے کے لیے میں اب بھی حاضر ہوں۔ اس معاہدے کا نام

حلف الفضول رکھا گیا، کیونکہ معاہدہ پر آمادہ کرنے والے تین سرداروں (فضل بن حارث، فضل بن وداعہ اور فضل بن فضالہ) کے ناموں میں لفظ **فضل** مشترک تھا۔

(اردو انسائیکلوپیڈیا' فیروز سنز' لاہور۔ صفحہ نمبر 612)

40- خدیجۃ الکبریٰؓ (ام المومنین)

(ام المومنینؓ۔ آپ کا طاہرہ لقب تھا اور اُم ہند کنیت۔ آپؓ کے والد کا نام خویلد بن اسد تھا۔ آپؓ قبیلہ قریش کی متمول خاتون تھیں۔ آپؓ کی پہلی شادی ابو ہالہ سے ہوئی، جس سے دولڑکے، ہند اور حارث پیدا ہوئے۔ ابو ہالہ کے انتقال کے بعد آپؓ ایک مال دار تاجر عتیق بن عائد مخزومی کے عقد میں آئیں۔ حضرت خدیجہؓ نے آنحضرت ﷺ کی نیکی اور پارسائی کی شہرت سن کر آپ کو اپنا مختار مقرر کیا۔ حضور ﷺ آپؓ کا مال تجارت لے کر بصرہ گئے تو اس تجارت میں پہلے کی نسبت بہت زیادہ منافع ہوا۔ آپؓ حضور ﷺ کی امانت و دیانت سے اتنی متاثر ہوئیں کہ نکاح کی خواہش کی جو آپ ﷺ نے منظور فرمالی۔ نکاح کے وقت حضرت خدیجہؓ چالیس برس اور حضور ﷺ کی عمر شریف پچیس برس تھی۔

(اردو انسائیکلوپیڈیا' فیروز سنز' لاہور۔ مؤلف کے ترمیم و اضافے کے ساتھ۔ صفحہ نمبر 645)

41- اصحابِ فیل

قرآن مجید فرقانِ حمید کی سورۃ الفیل نمبر 105' آیات 1 تا 5 میں ان کی تفصیل درج ہے۔
اصحابِ فیل سے مراد ہاتھی والے یعنی ابرہہ اور اس کا لشکر مراد ہے جو یمن کا بادشاہ تھا اور اس نے صنعا میں ایک کنیسا (عبادت خانہ) تیار کروایا تھا اور چاہتا تھا کہ حج کرنے والے حضرات مکہ مکرمہ کی بجائے صنعا آئیں اور اس کنیسا کا طواف کریں۔

42- ابرہہ

حبشہ (اتھیوپیا) کا ایک جرنیل جس نے 525ء میں یمن فتح کیا۔ وہ عیسائیت کا پرجوش حامی تھا۔ اس نے یمن کے دارالحکومت صنعا میں ایک عالی شان گرجا تعمیر کروایا۔ 570ء میں مکہ مکرمہ پر حملہ کیا جس کا مقصد خانہ کعبہ کو منہدم کر کے صنعا کے گرجے کو مرکزی عبادت گاہ کا درجہ دینا تھا۔ ابرہہ کی فوج میں ایک ہاتھی بھی تھا جس کا نام ابنِ ہشام نے محمود لکھا ہے۔ چونکہ عربوں کے لیے یہ ایک انوکھی چیز تھی اس لیے انہوں نے اس سال کا نام عام الفیل (ہاتھی کا سال) رکھ دیا۔ قرآن

مجید کی سورۃ فیل میں ہے کہ جب ابرہہ نے مکے پر حملہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے مکے والوں کی مدد کے لیے ابابیلیں بھیجیں جن کے پنجوں میں کنکریاں تھیں۔ یہ کنکری جس شخص کے لگ جاتی، اس کا بدن پھٹ جاتا اور وہ تڑپ تڑپ کر مر جاتا۔ اس طرح ابرہہ کو بے نیل و مرام واپس جانا پڑا۔ یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کی ولادت سے پچاس روز پہلے کا ہے۔ اسی سال مکہ مکرمہ میں چیچک کی وبا پھیلی جس سے مستشرقین نے یہ نتیجہ نکالا کہ ابرہہ کی پسپائی کا سبب دراصل یہی وبا تھی جس کے باعث اس کی فوج کا ایک بڑا حصہ ناکارہ ہو گیا۔

(اردو انسائیکلو پیڈیا' فیروز سنز' لاہور۔ مؤلف کے ترمیم و اضافے کے ساتھ۔ صفحہ نمبر 66)

43- سُورۃ الفیل

قرآن مجید فرقانِ حمید کی سورۃ نمبر 105 جس میں اصحابِ فیل کا تذکرہ ہے اور ان سے مراد ہاتھی والے یعنی ابرہہ اور اس کا لشکر ہے۔

44- ثوبیہؓ

آپ ابولہب کی لونڈی تھیں جو بعد میں دائرہ اسلام میں داخل ہوئیں۔ والدہ ماجدہ کے دودھ سے مستفید ہونے کے بعد حضور اکرم ﷺ آپ ہی کے دودھ سے فیض یاب ہوئے۔ حضرت ثوبیہؓ نے حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب' حضرت جعفرؓ بن ابی طالب اور ابوسلمہ بن عبدالاسد کو بھی دودھ پلایا۔

45- ابولہب

ابولہب (2ھ/623ء) آپ قریشی سردار تھے اور آپ کا اصل نام عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب تھا۔ آنحضرت ﷺ کا حقیقی چچا مگر حضور ﷺ کے سخت مخالف تھے۔ جمیل بنت حرب آمیہ، ابوسفیان کی بہن تھیں۔ وہ شوہر سے بھی زیادہ حضور ﷺ کی دشمن تھیں۔ قرآن شریف کے تیسویں پارہ کی سورہ لہب میں ان دونوں کا ذکر ہے اور ان کے واسطے عذاب دوزخ کی خبر دی گئی ہے۔ باوجود سخت مخالفت کے بدر کی جنگ میں شریک نہ ہوئے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ بیماری کی وجہ سے معذور تھے اور سات دن کے اندر ہی چیچک کے مرض میں مبتلا ہو کر مر گئے۔ قرآن مجید کی سورہ "یعنی" سورۃ اللھب (نمبر 111) ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل کی حضور اکرم ﷺ سے دشمنی اور ان کے انجام کی عکاسی کرتی ہے۔

(اردو انسائیکلو پیڈیا' فیروز سنز' لاہور۔ مؤلف کے ترمیم و اضافے کے ساتھ۔ صفحہ نمبر 79)

46- **حلیمہ سعدیہؓ**

رسول اللہ ﷺ کی دایہ' جو بنی ہوازن (بنی سعد) کی ایک خاتون تھیں۔ دستور عرب کے مطابق بدوی خواتین سال میں دو مرتبہ مکہ آتیں اور شرفاء کے بچوں کو پرورش کرنے کے لیے اپنے ساتھ لے جاتی تھیں۔ حضور ﷺ کی پیدائش کے بعد حلیمہ سعدیہؓ آپ ﷺ کو اپنے ساتھ لے گئیں۔ دو برس بعد واپس لائیں تو مکہ مکرمہ میں وبا تھی۔ حضور ﷺ کی والدہ نے حضور ﷺ کو پھر انہی کے ساتھ واپس بھیج دیا۔ ابنِ اسحاق کی روایات کے مطابق حضور ﷺ چھ برس تک ان کے پاس رہے۔ ایک روایت کے مطابق حلیمہ سعدیہؓ مسلمان ہو گئیں اور ان کے شوہر حارث بھی ایمان لے آئے تھے۔ آنحضرت ﷺ کے چار رضاعی بھائی بہن تھے: عبداللہ، انیسہ، حذیفہ اور حزافہ جو شیما کے لقب سے مشہور تھیں۔ ان میں سے عبداللہ اور شیما کا اسلام لانا ثابت ہے، باقی کا حال معلوم نہیں ہو سکا۔

(اردو انسائیکلو پیڈیا' فیروز سنز' لاہور۔ مؤلف کے ترمیم و اضافے کے ساتھ۔ صفحہ نمبر 625)

47- **حجرِ اسود**

یہ وہ سیاہ پتھر ہے جو خانہ کعبہ کی جنوب مشرقی دیوار کے کونے میں نصب ہے۔ اس کے تین بڑے اور کئی مختلف شکلوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہیں۔ ٹکڑے اندازاً اڑھائی فٹ قطر کے دائرے میں جڑے ہوئے ہیں' جن کے گرد چاندی کا حلقہ بنا ہوا ہے۔ مسلمانوں کے نزدیک یہ پتھر بہت مقدس اور متبرک ہے' جو مسلمان حج کرنے جاتے ہیں ان کے لیے لازم ہے کہ طواف کرتے ہوئے ہر بار حجرِ اسود کو بوسہ دیں' اگر ہجوم زیادہ ہو تو دور سے ہاتھ کے اشارے سے بھی بوسہ دیا جا سکتا ہے۔ اسلامی روایات کے مطابق جب حضرت ابراہیمؑ اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیلؑ خانہ کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے تو حضرت جبرائیلؑ نے یہ پتھر جنت سے لا کر دیا جسے حضرت ابراہیم نے اپنے ہاتھوں سے دیوار میں نصب کیا۔ 606ء جب رسول اللہ ﷺ کی عمر 35 سال تھی، سیلاب نے خانہ کعبہ کی عمارت کو سخت نقصان پہنچایا اور قریش نے اس کی دوبارہ تعمیر کی لیکن جب حجر اسود رکھنے کا مسئلہ آیا تو قبائل میں جھگڑا ہو گیا۔ ہر قبیلے کی یہ خواہش تھی کہ یہ سعادت اُسے ہی نصیب ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے اس قضیے کو طے کرنے کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا کہ حجرِ اسود کو ایک چادر

میں رکھا اور تمام سردارانِ قبائل سے کہا کہ وہ چادر کے کونے پکڑ کر اٹھائیں۔ چنانچہ سب نے مل کر چادر کو اُٹھایا اور جب چادر اس مقام پر پہنچی جہاں اس کو رکھا جانا تھا تو آپ ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اس کو دیوارِ خانہ کعبہ میں نصب کر دیا۔ یوں تنصیب حجرِ اسود کا قضیہ بطریق احسن آنحضور ﷺ نے طے فرمایا اور جھگڑا ختم ہوا۔ سب سے پہلے حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ نے حجرِ اسود پر چاندی چڑھوائی۔

696ء میں جب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ خانہ کعبہ میں پناہ گزین ہوئے تو حجاج بن یوسف کی فوج نے خانہ کعبہ پر منجیقوں سے پتھر برسائے اور پھر آگ لگا دی، جس سے حجر اسود کے تین ٹکڑے ہو گئے۔ عباسی خلیفہ الراضی باللہ کے عہد میں ایک قرامطی سردار ابو طاہر حجرِ اسود اٹھا کر لے گیا اور کافی عرصے بعد واپس کیا۔ 1268ء میں سلطان عبدالمجید نے حجرِ اسود کو سونا جڑ دیا۔ 1281ء میں سلطان عبدالعزیز نے اسے چاندی میں مڑھوایا۔

(اردو انسائیکلو پیڈیا، فیروز سنز، لاہور۔ مؤلف کے ترمیم و اضافے کے ساتھ۔ صفحہ نمبر 609)

48- قاسم بن محمد ﷺ

آنحضرت ﷺ کے صاحبزادے۔ آپ حضرت خدیجہؓ کے بطن سے تھے۔ اُم المومنین حضرت خدیجہؓ سے چار بیٹیوں کے علاوہ حضورؐ کے دو بیٹے ہوئے۔ حضرت قاسمؓ اور حضرت عبداللہؓ۔ حضرت قاسمؓ کا لقب طاہر تھا اور حضرت عبداللہؓ کا لقب طیب۔ آپ دونوں کی ولادت زمانۂ اسلام میں ہوئی اور ان دونوں نے صغر سنی ہی میں وفات پائی۔

(اردو انسائیکلو پیڈیا، فیروز سنز، لاہور۔ مؤلف کے ترمیم و اضافے کے ساتھ۔ صفحہ نمبر 1077)

49- حضرت زینبؓ بنت محمد رسول اللہ ﷺ

آپ حضور اکرم ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں اور حضرت خدیجہؓ کے بطن سے تھیں۔ آپ کی شادی خالہ زاد ابوالعاصؓ بن ربیع سے ہوئی تھی اور ہجرت کے موقع پر آپ طائف میں تھیں۔ ابوالعاصؓ غزوۂ بدر کے موقع پر جنگ میں شریک ہوئے اور حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کے ہاتھوں گرفتار ہوئے۔ حضرت زینبؓ نے اپنا ہار جو حضرت خدیجہؓ کی ملکیت تھا اور آپ کو جہیز میں ملا تھا بطور فدیہ بھیجا۔ صحابہ کرامؓ کی رضامندی اور اتفاق رائے سے وہ ہار واپس کر دیا گیا اور ابو العاصؓ رہا کر دیئے گئے۔ اس کے بعد آپ مدینہ منورہ تشریف لے آئیں۔ 7ھ میں ابوالعاصؓ

دائرہ اسلام میں آگئے۔ آپؓ کی وفات (600ء-630ء) پر آپ کی نمازِ جنازہ سرورِ کونین ﷺ نے خود پڑھائی۔

50- ابوالعاصؓ

آپ کا نام لقیط اور کنیت ابوالعاص تھی۔ آپ ام المومنین حضرت خدیجہؓ کے بھانجے تھے۔ زمانہ جاہلیت میں ان کا بہت بڑا کاروبار تھا۔ حضرت خدیجہؓ کی فرمائش پر آنحضرت ﷺ نے اپنی بڑی بیٹی زینبؓ کا نکاح ان سے کردیا۔ آنحضرت ﷺ کی بعثت پر ابوالعاص ایمان نہ لائے بلکہ غزوۂ بدر میں مشرکین کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف لڑے اور جب قید ہو کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش ہوئے تو آنحضرت ﷺ نے اس شرط پر رہا کیا کہ اپنی زوجہ یعنی رسول اللہ ﷺ کی بیٹی حضرت زینبؓ کو مکہ سے مدینہ بھجوادیں گے۔ انہوں نے حسب وعدہ حضرت زینبؓ کو نبی اکرم ﷺ کے پاس مدینہ بھیج دیا۔ کچھ عرصے کے بعد آپ مسلمان ہوگئے۔ 10ھ میں حضرت علیؓ کی سرکردگی میں یمن جانے والے سریہ میں شریک ہوئے۔ یمن سے واپسی پر حضرت علیؓ نے انہیں اس علاقہ کا عامل بنایا۔ آپ نے 12ھ میں انتقال کیا اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

(اردو انسائیکلو پیڈیا' فیروز سنز' لاہور۔ مؤلف کے ترمیم و اضافے کے ساتھ۔ صفحہ نمبر 73)

51- رقیہؓ بنتِ رسول اللہ ﷺ

آپ آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی اور حضرت خدیجہؓ کے بطن سے تھیں۔ ایک روایت کے مطابق حضرت زینبؓ کے بعد قبل نبوت پیدا ہوئیں۔ پہلے ابولہب کے لڑکے عتبہ سے آپ کا نکاح ہوا تھا مگر زمانہ اسلام میں ابولہب کے ایما پر عتبہ نے طلاق دے دی تو حضرت عثمان غنیؓ سے بیاہ دی گئیں۔

ہجرتِ حبشہ میں حضرت عثمانؓ بن عفان کے ہمراہ تھیں۔ حبشہ میں قیام کے دوران آپؓ کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام عبداللہ تھا۔ وہ صرف 6 برس زندہ رہا۔ ہجرت نبوی ﷺ کے بعد مدینہ آگئیں۔ آپؓ نے غزوۂ بدر کے موقع پر مدینہ میں وفات پائی۔ حضرت عثمانؓ بن عفان ان کی بیماری کی وجہ سے شریک جہاد نہ ہو سکے۔ حضور نبی اکرم ﷺ بدر کے محاذ پر تھے۔ اس لیے آپ ﷺ کی غیر موجودگی میں ان کی نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔

(اردو انسائیکلو پیڈیا' فیروز سنز' لاہور۔ مؤلف کے ترمیم و اضافے کے ساتھ۔ صفحہ نمبر 749)

52- حضرت عثمانؓ بن عفان غنی (ذی النورین)

آپ آنحضرت ﷺ کے تیسرے خلیفہ تھے۔ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ آپؓ کی والدہ محترمہ کا نام اروی تھا۔ آپ نجیب الطرفین قریشی تھے اور قبیلہ قریش کی اموی شاخ سے آپ کا تعلق تھا۔ آپ نے اسلام کے ابتدائی زمانے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ آپؓ کی رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ سے شادی ہوئی۔ حضرت رقیہؓ کے انتقال کے بعد حضرت ام کلثوم بنت رسول اللہ ﷺ سے نکاح ہوا۔ ان دونوں شادیوں کے باعث آپؓ کو ''ذی النورین'' کا لقب ملا۔ جلیل القدر صحابی ہونے کے باعث اوائل اسلام کے بیشتر اہم واقعات سے کسی نہ کسی نوع کا تعلق رہا۔ صلح حدیبیہ کے وقت مسلمانوں کی طرف سے آپ اہل مکہ کے پاس سفیر بن کر گئے۔ آپ بڑے متمول تھے۔ آپؓ کی ذاتی دولت کا بڑا حصہ خدمتِ اسلام پر صرف ہوا۔ آپؓ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں کاتبِ وحی رہے۔ آپؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے عہد میں مشیر خاص کے فرائض انجام دیے۔ آپؓ اہم وثائق اور فرامین کے مسودے بھی تیار کرتے تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ کی شہادت کے بعد مرحوم خلیفہ کی ہدایت کے مطابق 6 افراد پر مشتمل مجلسِ شوریٰ میں سے حضرت عثمانؓ کے نام قرعۂ خلافت نکلا اور آپ 7 نومبر 644ء کو مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے۔ حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں جو فتوحات نامکمل رہ گئی تھیں، حضرت عثمانؓ کے زمانے میں پایۂ تکمیل کو پہنچیں۔ آپ کے زمانہ خلافت میں مسلمانوں نے پہلی بار بحری بیڑا تیار کیا اور اس کی مدد سے رُومیوں (بازنطینیوں) کو شکست دی۔ جزیرۂ قبرص بھی حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں فتح ہوا۔ آپ کے عہد میں اندرونی فتنوں اور شورشوں کا آغاز ہوا جو رفتہ رفتہ انتہا کو پہنچ گیا۔ کوفہ، بصرہ اور مصر کے کچھ لوگوں نے خفیہ طور پر منظم ہو کر اور طے شدہ پروگرام کے تحت حجاج کی جماعتوں کی شکل میں دارالخلافہ کا رُخ کیا اور مدینہ منورہ پہنچ کر اچانک آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ اُن کا مطالبہ تھا کہ حضرت عثمانؓ خلافت کے عہدے سے دستبردار ہو جائیں۔ انہوں نے حضرت عثمانؓ کے مکان کا 22 روز تک محاصرہ جاری رکھا اور جب یہ محسوس کیا کہ شام سے فوج کی کمک پہنچنے والی ہے تو ایک روز خلیفہ کے مکان میں داخل ہو گئے اور خلیفہ کو شہید کر دیا۔ حضرت عثمانؓ کی تاریخ شہادت 20 مئی 656ء بمطابق 18 ذی الحجہ 35ھ ہے۔ آپ کی شہادت نے تاریخ پر بڑے دور رس اثرات ڈالے۔

اُن کے وقت میں قرآن پاک کی متعدد نقلیں مختلف ممالک میں بھیجی گئیں۔ مسجد نبوی ﷺ میں حضرت عمرؓ نے جو توسیع کی تھی اس میں اور اضافہ کیا گیا اور وہ پتھر اور چونے سے تعمیر ہوئی۔ آپؓ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تجارت کرتے تھے اور وحی کی کتابت بھی کیا کرتے تھے۔

(اردو انسائیکلو پیڈیا' فیروز سنز' لاہور۔ مؤلف کے ترمیم واضافے کے ساتھ۔ صفحہ نمبر 991)

53- غزوۂ بدر

مدینہ منورہ سے 80 میل دور، شام جانے والی سڑک پر ایک گاؤں ہے، جہاں 2ھ میں مسلمانوں اور کفارِ مکہ کے درمیان پہلی لڑائی ہوئی اسے غزوۂ بدر کہتے ہیں اور اس کا ذکر قرآن پاک میں بھی آیا ہے۔ جب سے آنحضرت ﷺ اور دوسرے مسلمان ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تھے' کفارِ مکہ کو ملال تھا اور وہ برابر اس فکر میں تھے کہ مدینے جا کر مسلمانوں پر حملہ کریں چنانچہ جب کُل انتظامات مکمل ہو گئے تو معمولی سے بہانے پر ایک ہزار کی جمعیت اور سو سواروں کا رسالہ لے کر لڑنے کے لیے آئے۔ آنحضرت ﷺ بھی مسلمانوں کو لے کر نکلے جن کی تعداد صرف 313 تھی اور ان کے پاس نہ کافی ہتھیار تھے نہ سواریوں کا انتظام تھا لیکن خدا کی مدد اُن کے شاملِ حال تھی' اس لیے کفار کو زبردست شکست ہوئی اور ان کا سپہ سالار عتبہ اور دیگر سرداروں میں سے ابوجہل اور اُمیہ بن خلف مارے گئے۔ بعض سردار گرفتار ہوئے۔ مسلمانوں کی طرف سے صرف 14 اشخاص شہید ہوئے۔

(اردو انسائیکلو پیڈیا' فیروز سنز' لاہور۔ مؤلف کے ترمیم واضافے کے ساتھ۔ صفحہ نمبر 301)

54- اِم کلثومؓ

حضرت سیدہ اِم کلثوم سلام اللہ علیہا نبی کریم ﷺ کی تیسری صاحبزادی ہیں آپ بعثت نبوی ﷺ سے چھ سال پہلے پیدا ہوئیں۔ اس پاک بی بی بنتِ رسول ﷺ نے اپنے پیارے باپ اور عظیم والدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حالات ومشکلات کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ شعب ابی طالب کے کٹھن ترین مراحل کو برداشت کیا۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اپنے خاوند عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ہجرت کر کے حبشہ کو چلی گئیں۔ لیکن سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا اپنی بوڑھی ماں اور چھوٹی بہن فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مکہ میں رہ گئیں۔

ان سخت ترین ایام میں خدا تعالیٰ کی بندگی' اپنے مغموم بابا کے دکھوں میں شریک ہونا' اپنی بوڑھی

ماں کا ہاتھ بٹانا' اپنی چھوٹی بہن کو دلاسے دینا۔ یہ وہ امور ہیں جن کا انجام دینا اتنا آسان نہ تھا۔ یہ وہ سعادتیں ہیں جو ام کلثومؓ کے حصہ میں آئیں۔

حضرت امِ کلثوم رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح ابولہب کے بیٹے عتیبہ سے ہوا لیکن رخصتی نہ ہوئی۔ جب رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے اور آپ نے تبلیغ کا آغاز فرمایا تو ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل آپ کے سخت مخالف ہو گئے اور دشمنی پر اتر آئے۔ اسی حوالے سے قرآن کریم میں جب سورۃ لہب نازل ہوئی تو ابولہب نے حضور ﷺ کی دونوں صاحبزادیوں حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور امِ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے بیٹوں سے طلاق دلوادیں۔

(نبی کریم ﷺ کے عزیز و اقارب مؤلفہ محمد اشرف شریف' ڈاکٹر اشتیاق احمد) طہ پبلی کیشنز لاہور' 2008ء صفحہ 290۔

55- حضرت فاطمۃ الزہراءؓ

آپ سرورِ کونین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی تھیں اور حضرت خدیجہؓ کے بطن سے تھیں۔ تاریخِ پیدائش اور عمر کے بارے میں مورخین کے درمیان اختلاف ہے۔ چوبیس برس سے تمیں برس تک عمر بتائی گئی ہے۔ بیشتر مورخین نے سن ولادت بعثتِ نبوی ﷺ کا پہلا سال قرار دیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ بعثت سے قبل پیدا ہوئیں۔ مشہور روایت کے مطابق پندرہ برس پانچ ماہ کی عمر میں حضرت علیؓ سے شادی ہوئی۔ نبی اکرم ﷺ کے وصال سے چھ ماہ بعد وفات پائی۔ آپؓ کے بطن سے پانچ اولادیں پیدا ہوئیں۔ حضرت امام حسنؓ، امام حسینؓ، حضرت محسنؓ، حضرت زینبؓ اور امِ کلثومؓ۔ اہم واقعات کے لحاظ سے تاریخِ اسلام میں مشہور ہیں۔ الزہراء حضرت فاطمہؓ کا لقب تھا۔ حضرت عباسؓ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔

(اردو انسائیکلوپیڈیا' فیروز سنز' لاہور۔ مؤلف کے ترمیم و اضافے کے ساتھ۔ صفحہ نمبر 1039)

56- حضرت علیؓ ابنِ ابوطالب

آنحضرت ﷺ کے چوتھے خلیفہ، حضرت علیؓ خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے۔ آپؓ کے والد حضرت ابو طالب کثیر الاولاد تھے اس لیے آپؓ کی پرورش رسول اللہ ﷺ جو چچا زاد بھائی تھے، کے گھر میں ہوئی۔ آپ کی والدہ کا نام فاطمہ بنتِ اسد تھا۔ آپؓ نے بچوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ ہجرت کی رات اہلِ مکہ کو رسول اللہ ﷺ کے منصوبے سے بے خبر رکھنے کے لیے آپ حضور

ﷺ کے بستر پر سوئے۔ آپ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں کاتبِ وحی رہے اور تمام غزوات میں (تبوک کے سوا) شریک رہے۔ قلعۂ خیبر آپؓ کی قیادت میں فتح ہوا۔ آپؓ بڑے زور آور تھے۔ آپؓ کا جس بہادر سے مقابلہ ہوا اس کو زیر کیا۔ علم میں آپؓ کا کوئی ثانی نہ تھا۔ حضور ﷺ کی حدیث ہے ''میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ۔'' حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کی خلافتوں کے دوران اُن سے تعاون کیا۔ اہم سیاسی اور دینی امور میں حضرت عمرؓ کو مشورہ دیا کرتے تھے۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد باغیوں اور خود اہلِ مدینہ کے اصرار پر خلیفہ ہونا منظور کیا، مگر حضرت علیؓ کی خلافت حضرت عثمانؓ کے قصاص کے حامیوں اور امیر معاویہؓ کے باعث وجہِ نزاع بن گئی پھر چند روز بعد شام میں امیر معاویہؓ نے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا۔ اس معاملے نے طول پکڑا، اور جنگ صفین (657ء) اور جنگ جمل (656ء) کا باعث بنا۔ ان دونوں جنگوں میں مسلمانوں کے متحارب گروہوں کے درمیان بڑی خونریزی ہوئی۔ بالآخر حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ نے معاملہ دو ثالثوں' ابوموسیٰ اشعریؓ اور عمرو بن العاصؓ کے سپرد کیا تو خوارج کا فرقہ پیدا ہوا۔ یہ لوگ دراصل حضرت علیؓ کے حامی تھے، مگر ثالثی کے مسئلے پر ناراض ہو کر باغی ہو گئے تھے۔ حضرت علیؓ کے عہد میں خلافت دو ٹکڑوں میں بٹ گئی۔ عراق اور نجد و حجاز میں حضرت علیؓ کی خلافت قائم ہوئی اور شام اور اس کے آس پاس پر امیر معاویہؓ نے اپنی خلافت قائم کر لی۔ حضرت علیؓ نے دارالحکومت مدینہ سے کوفہ منتقل کر لیا اور یہیں نماز صبح کے وقت مسجد میں عبدالرحمٰن بن ملجم کے ہاتھوں خنجر کی کاری ضرب کھا کر شہید ہوئے۔ آپؓ کا مزار نجف (عراق) میں ہے۔ آپؓ کا زمانۂ خلافت 4 سال 9 ماہ اور چند دن ہے۔ آپ کی اولاد میں حضرت امام حسنؓ، حضرت امام حسینؓ، حضرت زینبؓ الکبریٰ اور حضرت اُم کلثوم کبریٰ زیادہ مشہور ہیں۔ یہ سب حضرت فاطمہؓ کے بطن سے پیدا ہوئے۔

اگرچہ حضرت علیؓ کا دور جنگ و جدل کا دور تھا، تاہم آپؓ نے اپنے چار سال اور نو ماہ کے دورِ خلافت میں اشاعتِ دین اسلام، عوام کی فلاح و بہبود اور ملکی دفاع پر بھی بھرپور توجہ دی۔ اشاعتِ دین کے سلسلے میں خطبات کا مجموعہ ''نہج البلاغہ'' مرتب کیا۔ ایران اور آرمینیا کے نومسلم اپنے مذہب پر پلٹ گئے تو ان کی سختی سے سرکوبی کی۔ مالی شعبے میں بھی اصلاحات کیں اور جنگلات کی آمدنی پر ٹیکس عائد کیا البتہ گھوڑوں کی تجارت پر زکوٰۃ کو منسوخ کر دیا۔ بیت المال کی نگرانی سخت

کردی اور عدل وانصاف کا بول بالا کیا۔ نیز عمال کی نگرانی بھی سخت کردی۔ آپؓ نے چھاؤنیاں اور قلعے تعمیر کرائے۔

(اردو انسائیکلوپیڈیا' فیروز سنز' لاہور۔ مؤلف کے ترمیم واضافے کے ساتھ۔ صفحہ نمبر 1013)

57- حضرت ابراہیم بن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

آپ آنحضرت رسولِ مقبول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے تھے اور حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے تھے۔ آپ نے تقریباً ایک سال چھ ماہ (629ء-630) کی عمر پائی اور آپ مدینہ منورہ کے مشہور ومعروف قبرستان جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

58- مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (الاحزاب 33: آیت 39-40)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں' ہاں اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبین ہیں۔

59- وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ o (سورۃ الانبیآء 21: آیت 107)

اور ہم نے آپ کو سارے جہان کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔

60- رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم' تقریر سیرت از قائداعظمؒ شائع کردہ سید سرور شاہ گیلانی تحریک تنظیم مساجد لاہور' 1935ء صفحات 1 تا 16

61- قائداعظم اور ان کا عہد (انگریزی) جلد اول' مرتبہ شریف المجاہد' قائداعظمؒ اکیڈمی' کراچی' 1990ء صفحات 348' 349۔

62- Quaid-i-Azam and His Times: A Compendium, Vol. 1: 1876-1937, edited by Sharif-ul-Mujahid Quaid-i-Azam Academy, Karachi 1990. Pages 348-349.

63- قائداعظمؒ: تقاریر و بیانات' جلد دوم ترجمہ اقبال احمد صدیقی' بزمِ اقبالؒ لاہور' 1997ء صفحات 197۔

64- قائداعظمؒ: تقاریر و بیانات' جلد دوم ترجمہ اقبال احمد صدیقی' بزمِ اقبالؒ لاہور' 1997ء صفحات 198 تا 199ء

65- قائداعظمؒ کا پیغام طلبہ کے نام مؤلفہ محمد حنیف شاہد' انٹرنیشنل اسلامک ریسرچ انسٹیٹیوٹ' ریاض 1992ء صفحہ 135۔

66- قائداعظمؒ: تقاریر و بیانات' جلد سوم ترجمہ اقبال احمد صدیقی' بزمِ اقبالؒ لاہور' 1998ء صفحات

67- قائداعظمؒ : تقاریر و بیانات' جلد سوم ترجمہ اقبال احمد صدیقی ' بزمِ اقبالؒ لاہور' 1998ء
صفحات 281'282۔

68- کلیاتِ اقبالؒ اردو' مؤلفہ علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ' بانگِ درا' شیخ غلام اینڈ سنز' لاہور' 1972ء' صفحہ
270۔

69- قائداعظمؒ کا پیغام طلبہ کے نام مؤلفہ محمد حنیف شاہد' انٹرنیشنل اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ' ریاض'
سعودی عرب' 1992ء صفحہ 131

70- قائداعظمؒ تقاریر و بیانات سے جلد سوم ترجمہ اقبال احمد صدیقی لاہور بزم اقبال 1998ء صفحات
440'441

71- قائداعظمؒ تقاریر و بیانات جلد چہارم ترجمہ اقبال احمد صدیقی لاہور بزم اقبال 1998ء صفحات
303 نیز اے۔ پی۔ آئی' اور رینٹ پریس آف انڈیا' دی پاکستان ٹائمز 25 فروری 1947ء

72- شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر (دورِ حکومت 1556ء تا 1605ء)۔ آپ کے والد ہمایوں نے
پیدائش کے وقت اس کو اکبر کا خطاب دیا تھا۔ یعنی سب سے بڑا۔

73- قائداعظمؒ: تقاریر و بیانات جلد چہارم ترجمہ اقبال احمد صدیقی لاہور بزم اقبال 1998ء صفحات
333, 334 بحوالہ دی سٹار آف انڈیا 15 اگست 1947ء

74- قائداعظمؒ: تقاریر و بیانات' جلد چہارم' ترجمہ اقبال احمد صدیقی' لاہور بزم اقبال 1998ء صفحات
415 تا 417

75- قائداعظمؒ: تقاریر و بیانات جلد چہارم' ترجمہ اقبال احمد صدیقی لاہور' بزم اقبال 1998ء' صفحات
401 تا 403 بحوالہ قائداعظمؒ اپنے معاصرین کی نظر میں (انگریزی) ترجمہ جمیل الدین احمد
پبلشرز یونائیٹڈ 1956ء صفحات 352,353 اور روزنامہ ڈان 26 جنوری 1948ء۔

اشاریہ

نظریۂ پاکستان ٹرسٹ